وانزلنا الیکم نورا مبینا
ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے
(النساء: ۱۷۴)
انوار تبیان القرآن
ترجمہ قرآن
نور القرآن
مترجم و مفسر
علامہ غلام رسول سعیدی
ملخص و مرتب
مولانا محمد عبداللہ نورانی
ناشر: فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے (النساء: ۱۷۴)

انوارِ تبیان القرآن

تلخیص تفسیر تبیان القرآن مع ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

مترجم و مفسر

علامہ غلام رسول سعیدی

ملخص و مرتب

مولانا محمد عبداللہ نورانی

استاذ التفسیر و نائب مفتی جامعہ علیمیہ اسلامیہ کراچی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل: ذوالحج ۱۴۳۱ھ / نومبر ۲۰۱۰ء تعداد: ۲۱۰۰ مطبع: رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور ... محمد اشتیاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب احسان اور شکر ہے اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت ہے کہ اس نے مجھے قرآن مجید کا ترجمہ لکھنے کی سعادت عطا کی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی بھی نعمت عطا کی۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء بروز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ کو میں اس ترجمہ اور تفسیر سے فارغ ہو گیا' میری خواہش تھی کہ میرا یہ ترجمہ ایک جلد میں آ جائے اور اس کے حاشیہ پر ''تفسیر تبیان القرآن'' کا خلاصہ چھپ جائے۔ میرا ارادہ یہ کام خود کرنے کا تھا' لیکن سید محسن اعجاز زید حبہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ کوئی اور تخلیقی کام کریں اور یہ کام اپنے کسی قابل شاگرد سے کرالیں۔ میں اس موضوع پر سوچ و بچار کرتا رہا اور میری نگاہِ انتخاب میرے ایک ذہین' محنتی اور باصلاحیت شاگرد مولانا حافظ محمد عبداللہ نورانی زید حبہ وعلمہ پر پڑی' میں نے یہ کام ان کے سپرد کر دیا (تاہم میں ان کا مسودہ پڑھ کر ان کی رہنمائی کرتا رہا) اور خود صحیح بخاری کی شرح بہ نام ''نعمۃ الباری'' لکھنے میں مشغول ہو گیا جس کی تا حال پانچ مجلدات لکھی جا چکی ہیں اور تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا حافظ محمد عبداللہ نورانی نے ۱۹۹۹ء میں دار العلوم نعیمیہ میں ''دورہ حدیث'' پڑھا' راقم الحروف سے انہوں نے صحیح البخاری پڑھی' مفتیٔ پاکستان مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ العالی سے انہوں نے صحیح مسلم پڑھی' اور جمیل العلماء علامہ جمیل احمد نعیمی سے دیگر کتب صحاح و سنن پڑھیں۔

ابتدائی تعلیم سے لے کر موقوف علیہ تک کی تمام کتب انہوں نے ''جامعہ انوار القرآن'' میں پڑھیں' وہاں ان کے نمایاں اساتذہ میں مفتی محمد حسن حقانی قدس سرہ' علامہ غلام جیلانی اشرفی' مولانا رضوان احمد نقشبندی وغیرہم تھے۔ مولانا حافظ عبداللہ نورانی بہت جید عالم ہیں۔ تبیان القرآن کا خلاصہ لکھنے سے پہلے انہوں نے کئی کتب سپردِ قلم کی ہیں۔ ان میں ''اتباعِ سیرت کی ترغیب'' اور علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ کی شخصیت پر ''پیکر استقامت'' لکھی' ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتب و رسائل تصنیف کیے۔ موصوف کو علامہ شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔

مولانا اپنی علمی صلاحیتوں کے علاوہ بہت پاکیزہ سیرت کے حامل ہیں اور اپنے اساتذہ کا بے حد ادب و احترام کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی علمی صلاحیتوں میں مزید قابل قدر اضافہ فرمائے۔ جب مولانا ''تبیان القرآن'' کا خلاصہ لکھنے سے فارغ ہو گئے تو میں نے سید محسن اعجاز صاحب سے مشورہ کر کے ان سے کہا کہ وہ سنن ترمذی کی ایک مفصل اور تحقیقی شرح لکھیں۔ مولانا نے جامع ترمذی کی شرح کے ابتدائی صفحات مجھے دکھائے تھے جن کو میں نے پسند کیا اور ان سے کہا کہ وہ اسی نہج پر کام کو جاری رکھیں۔ مولانا عرصہ سات سال سے جامعہ علیمیہ کراچی میں مدرس ہیں (اور اب گزشتہ تین سال سے) مفتی اور استاد التفسیر کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

میں نے قرآن مجید کے اپنے ترجمہ کا نام ''نور القرآن'' رکھا' اور تبیان القرآن کے خلاصہ کا نام ''انوار تبیان القرآن'' رکھا۔ مولانا نے بہت خوش اسلوبی کے ساتھ یہ کام انجام تک پہنچایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل میں مزید ترقی فرمائے اور محترم حافظ محمد اکرم ساجد نے بہت عرق ریزی سے پروف ریڈنگ کی ہے اور برادرم سید محسن اعجاز نے نہایت حسن و خوبی اور جانفشانی کے ساتھ اس کی طباعت کرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام حضرات کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے اور دنیا اور آخرت کی صعوبتوں اور مشکلات سے محفوظ و مامون رکھے اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے۔

طالب دعا:
غلام رسول سعیدی غفرلہ
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ' کراچی
۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/ بمطابق ۲۴ جون ۲۰۰۹ء

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلي ونسلم علي رسوله الكريم

قرآن کریم اللہ عزوجل کا آخری پیغامِ حیات ہے جو مردہ قلوب واذھان کے لیے حیاتِ ابدی کا منبع وسرچشمہ ہے' قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے فوزِ مبین اور سعادتِ دارین کا ضامن ہے' ایک ایسا مکمل دستورِ زندگی اور ضابطہ حیات ہے جس کے بغیر نسل انسانی کی اصلاح کی توقع اور امید رکھنا عبث وفضول ہے' یہ ہر قوم و ملت اور ہر ملک ووطن کے باشندوں کے لیے چراغِ ہدایت ہے' اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر اپنی حجت پوری کر دی ہے' اسی بناء پر اس کا سمجھنا ضروری قرار پایا' اور اس کا جاننا اور سیکھنا لازم وواجب ٹھہرا' اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے' ان اکابر ملت اور اعاظم امت کو جو قرونِ مشہود بالخیر سے اب تک ہر قرن' ہر عہد اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت واحتیاج اس کی تفہیم وتعلیم کے اسباب وسامان مہیا کرتے رہے اور ضخیم سے ضخیم تر' اور مفصل سے مفصل تر تفاسیر کا ذخیرہ جمع ہو کر قرآنی عظمت ورفعت' حقانیت وصداقت' افادیت ونفع بخشی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی احتیاج ظاہر وآشکارا کرتا رہا' برصغیر پاک وہند کے جیّد علماء نے بھی اپنے اپنے عہد وزمانہ میں اس دور کی مروّجہ زبان کے مطابق قرآن مجید کے معانی اور مفاہیم کو اُردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے' ان کی یہ کوششیں اور کاوشیں نہ صرف قابل قدر ہیں بلکہ لائق رشک وافتخار بھی ہیں' لیکن زبان کا اسلوب اور مزاج وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے' بعض الفاظ وکلمات قلیل الاستعمال یا متروک ہو جاتے ہیں' اس لیے اس دور کے اُردو پڑھنے والوں کے مزاج اور اسلوب کے مطابق ایک ایسے ترجمہ اور تفسیر کی ضرورت وحاجت تھی جو موجودہ دور کے اُردو پڑھنے والوں کے لیے اجنبی اور نامانوس نہ ہو' اس حاجت وضرورت کو عہد حاضر کی ایک ایسی عبقری شخصیت نے پورا کیا ہے' جس کی نگارشات قلم میں دقت رازی کی جھلک ہے تو علمی موشگافیوں میں بیضاوی وابوالحیان کی مہک ہے' تصنیف وتالیف میں ذھبی وسیوطی کی سی سرعت ہے تو استنباط واستدلال میں سرخسی وشامی جیسی گرفت ہے' ادبیت وزبان دانی' قرطبی وآلوسی سے ہم آہنگ ہے تو تصوف ومعرفت میں ابن عربی وقشیری کا سا رنگ ہے' ہاں! وہی ہستی جس کے علوم ومعارف کے فیضان و برکات کے اہل مشرق ومغرب خوشا چیں نظر آتے ہیں' جس کے فضل وکمال کے سامنے موافق ومخالف سب سرنگوں ہیں' میری مراد ہے نابغۂ عصر' مجتہدِ زماں' فقیہ امت' سرمایۂ ملت' محدث کبیر' مفسر شہیر' محقق بے نظیر' مصنف خطیر وحصیر' شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ ونفعنا من برکات علومہ الشریفہ۔ آپ کے ترجمہ اور تفسیر کے محاسن اور خوبیاں بے شمار ہیں' جن کے لیے ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے' ذیل میں صرف آپ کے ترجمہ قرآن مسمّٰی بہ ''نور القرآن'' کے چند محاسن اور خوبیاں ضبط تحریر میں لائی جاتی ہیں:

(۱) اس ترجمہ میں مستند کتب احادیث اور قدیم معتبر ومعتمد تفاسیر مثلاً تفسیر طبری' تفسیر امام ابن ابی حاتم' تفسیر مجاہد' تفسیر مقاتل بن سلیمان' تاویلات اہل السنہ لماتریدی' تفسیر بغوی' قرطبی' کشاف' احکام القرآن اور بالخصوص تفسیر کبیر سے براہِ راست اور بلاواسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔

(۲) یہ ترجمہ سہل' سلیس' مطلب خیز اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی مروّجہ اُردو زبان کے مطابق وموافق ہے۔

(۳) یہ ترجمہ عقائد وافکار کے حوالہ سے اساطین اہل سنت وجماعت اور سلف صالحین کے نظریات کے عین مطابق ہے۔

(۴) اس ترجمہ میں تقدیس الوہیت' احترام واکرام انبیاء ورسل اور توقیر وتعظیم صحابہ اور اہل بیت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے' اور فرق مراتب ودرجات کو بھی ملحوظ وپیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۵) قرآن کریم کی جن آیات ومقامات پر حذف وایجاز' اختصار واقتصار ہے' وہاں قوسین (بریکٹس) کی مدد سے جامع الفاظ میں توضیح وتشریح کی گئی ہے تاکہ ترجمہ پڑھنے والا ربط وتسلسل اور کیف وسرور سے لطف اندوز ہو سکے۔

(۶) یہ ترجمہ کامل تفحص' غور وخوض' تحقیق وتدقیق اور انتہائی گہرائی وگیرائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۷) یہ ترجمہ اس قدر جامع ہے کہ آیاتِ قرآنیہ پر وارد ہونے والے اعتراضات واشکالات محض ترجمہ ہی سے رفع ہو جاتے ہیں۔

اب ''نور القرآن'' کا چند تراجم کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے' تاکہ قارئین پر اس تحقیقی ترجمہ کی اہمیت' افادیت اور جامعیت عیاں ہو جائے'' فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ'' (الانبیاء: ۸۷) کے چند تراجم یہ ہیں:

پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔ (شاہ رفیع الدین دہلوی) پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔ (شیخ محمود الحسن دیوبندی' شیخ عبد القہار سلفی' اہل حدیث) اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ (شیخ محمد جوناگڑھی' اہل حدیث)

ان مترجمین نے اس آیت میں ''نقدر'' کو قدرت کے معنی میں لیا ہے' اور علماء نے ''نقدر'' کو قدرت کے معنی میں لینا کفر قرار دیا ہے' اور ''نور القرآن'' میں ''نقدر'' کو تقدیر سے ماخوذ مانا گیا ہے اور اس کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے: تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ہرگز ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ (نور القرآن) علامہ ابن منظور اور علامہ زبیدی لکھتے ہیں: زجاج نے کہا: (اس کا معنی ہے:) ہم ان کے لیے مچھلی کے پیٹ میں رہنا مقدر نہیں کریں گے' اور ''نقدر'' تقدیر سے ماخوذ ہے' ازھری نے کہا: یہ معنی صحیح ہے اور یہ اطلاقات ازروئے لغت کے جائز ہیں اور جس نے ''نقدر'' کو قدرت سے ماخوذ مانا' سو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو اس پر قدرت نہیں ہوگی اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن اور شک کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو کفر سے معصوم رکھا ہے اور اس معنی کی یہ تاویل وہی کرے گا جو کلامِ عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہوگا۔ (لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ ملخصاً' تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عاجز ہے' وہ کافر ہے' کسی مؤمن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام کی طرف

اس کی نسبت کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے' اور اب ''نقدر'' کا معنی تنگی کرنا ہو گا (یہی معنی حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظ اللہ نے اختیار کیے ہیں)۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۰)

''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاO''
(الاحزاب: ۷۲) کے چند تراجم: تحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر آسمانوں کے اور زمینوں کے اور پہاڑوں کے' پس انکار کیا سب نے یہ کہ اٹھاویں گے اوس کو اور ڈرے اوس سے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے' تحقیق وہ تھا بے باک نادان O (شاہ رفیع الدین) ہم نے دکھائی امانت آسمانوں کو اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو' پھر سب نے قبول نہ کیا اوس کو کہ اٹھاویں' اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اوس کو انسان نے' یہ ہے بڑا بے ترس نادان O (شاہ عبد القادر) ہم نے دکھلائی امانت آسمانوں کو اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو' پھر کسی نے قبول نہ کیا اس کو کہ اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے' یہ ہے بڑا بے ترس نادان O (شیخ محمود الحسن دیوبندی) ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بہ منزلہ امانت کے ہیں) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیش کی تھی' سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لیا' وہ ظالم ہے جاہل ہے O (اشرف علی تھانوی) ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھا لیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے O (سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

ان تمام مترجمین نے ''فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا'' کا ترجمہ کیا ہے: آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا' اور ''حمل'' کا معنی اٹھانا کیا ہے' ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں' بااختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے' اس لیے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے' کیونکہ قرآن و سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمادات بہ ظاہر بے عقل اور بے شعور ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھی حیات اور عقل و شعور کو رکھا ہے' اور وہ اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ'' (الحج: ۱۸) کیا آپ نہیں دیکھتے تمام آسمانوں والے اور تمام زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان' سب اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ ''تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ'' (بنی اسرائیل: ۴۴) سات آسمان اور زمینیں اور جو بھی ان میں ہیں' سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں' اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اور حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا' اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ان مترجمین نے ''وحملها الانسان'' کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظالم و جاہل ہے' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو (بقول مترجمین) اٹھانے سے آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا تھا تو انسان کو باعث تحسین و آفرین ہونا چاہیے تھا' اس کو اللہ نے بڑا ظالم اور بہت جاہل کیوں فرمایا؟ حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے' کیونکہ ''حمل'' کا معنی جس طرح اٹھانا ہے' اسی طرح ''حمل'' کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا: ''يحملنها'' کا معنی ہے: ''يخنها'' یعنی آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے' اور جو شخص کسی کی امانت میں خیانت کرے' وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے' اسی طرح ہر وہ شخص جو کوئی گناہ کرتا ہے' وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے۔ حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷۵) علامہ مجد الدین فیروز آبادی' علامہ طاہر پٹنی' علامہ زبیدی وغیرہم نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (القاموس المحیط ج ۳ ص ۵۲۹' مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۵۶۵' تاج العروس ج ۷ ص ۳۸۸)

ترجمہ ''نور القرآن'' کا دیگر تراجم کے ساتھ مزید تقابلی جائزہ مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

(۱) البقرہ: ۱۴۳' تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۰۳　(۲) آل عمران: ۱۷۹' تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۸۰　(۳) یونس: ۱۴' تبیان القرآن ج ۵ ص ۳۳۸
(۴) یونس: ۱۰۸' تبیان القرآن ج ۵ ص ۴۸۵　(۵) ھود: ۷۲' تبیان القرآن ج ۵ ص ۵۹۶　(۶) یوسف: ۷۶' تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۳۲
(۷) الرعد: ۳۱' تبیان القرآن ج ۶ ص ۹۹　(۸) الکہف: ۱۲' تبیان القرآن ج ۷ ص ۵۹　(۹) الانبیاء: ۴۳' تبیان القرآن ج ۷ ص ۵۸۹

اختصار کے پیش نظر صرف انہی اقتباسات پر اکتفاء کیا جاتا ہے ورنہ اس طرح کی کئی ایک آیات ہیں جن میں حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ کا ترجمہ جملہ تراجم سے منفرد' منشاء ایزدی کے زیادہ قریب اور روح قرآن کا مظہر اتم نظر آتا ہے' نیز یہ اقتباسات اس پر شاہد عادل ہیں کہ ترجمہ ''نور القرآن'' جملہ تراجم میں ممتاز' مفید اور سب پر فائق و برتر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اپنے بے پایاں فضل و احسان سے' ایسے بے مثال مایہ ناز ترجمہ قرآن پر حضرت اقدس علامہ غلام رسول سعیدی حفظ اللہ کی ہی شہرہ آفاق تفسیر تبیان القرآن کی تلخیص لکھنے کی سعادت بخشی' اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کا سایا گرانمایا جملہ اہل اسلام پر تادیر قائم و دائم رکھے' اور میرے دیگر اساتذہ بالخصوص خطیب العصر علامہ مفتی محمد حسن حقانی مدظلہ العالی' فقیہ ملت پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب زید مجدہ' علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی' کو صحت و تندرستی عنایت فرمائے اور ان کی جملہ خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے' اور ہمارے محترم و مکرم جناب سیّد محسن اعجاز گیلانی صاحب زید لطفہ کو تبیان القرآن' نور القرآن مع انوار تبیان القرآن' شرح صحیح مسلم' نعمۃ الباری' تفسیر خازن اور دیگر گراں قدر کتب کے لیے کی جانے والی مساعی پر جزائے خیر عطا فرمائے' اور ان جملہ کتب کو قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد عبد اللہ نورانی القادری　استاذ الافتاء والحدیث المرکز الاسلامی' بی بلاک نارتھ ناظم آباد' کراچی　۷ اپریل ۲۰۰۷ء / ۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا
اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور نازل کیا ہے
(النسآء: ۱۷۴)

انوارِ تبیان القرآن

تلخیص تفسیر تبیان القرآن مع ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

مترجم و مفسر
علامہ غلام رسول سعیدی
ملخص و مرتب
مولانا محمد عبداللہ نورانی
استاذ التفسیر و نائب مفتی جامعہ علیمیہ اسلامیہ کراچی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

ایاتھا ۷ سُورَۃُ الفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ رکوعھا ۱

اس میں سات آیتیں ہیں سورۂ فاتحہ مکی ہے اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے ۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱ الرَّحْمٰنِ

تمام تعریفیں ۳ اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے ۴ نہایت رحم فرمانے والا

الرَّحِیْمِ ۲ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ

بہت مہربان ہے ۵ روز جزاء کا مالک ہے ۶ (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں ۷

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۴ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ

اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں ۸ ہم کو سیدھے

الْمُسْتَقِیْمَ ۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۶

راستہ پر چلا ۹ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ۱۰

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۷

نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا ۱۱

سورۃ الفاتحہ: ف۱ سورۃ الفاتحہ کے کئی نام ہیں جو اس کی فضیلت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ "سورۃ الفاتحہ" ہے کہ ہر نیک چیز کا افتتاح اس سے ہونا چاہیے۔ یہ "سورۃ الام" ہے یعنی یہ ہر خیر و بھلائی کی اصل ہے۔ یہ "سورۃ الاساس" ہے گویا کہ یہ ہر اچھائی کا مبنیٰ ہے' یہ "سورۃ مثنیٰ" ہے' اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دوبار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں۔ یہ "سورۃ الکنز" ہے' اس حیثیت سے یہ ہر چیز کا خزانہ ہے۔ یہ "سورۃ الشفاء" ہے' اس اعتبار سے یہ ہر بیماری کا علاج ہے۔ یہ "سورۃ الوافیہ" ہے کہ اس سے تمام مقاصد پورے ہوجاتے ہیں۔ یہ "سورۃ الکافیہ" ہے کہ تمام مہمات میں کفایت کرتی ہے۔ یہ "سورۃ الواقیہ" ہے اور یہ اس کے برائی سے بچانے سے کنایہ ہے۔ یہ "سورۃ الرّقیہ" ہے' اس سبب سے کہ یہ ہر آفت ناگہانی کو ٹال دیتی ہے۔ یہ "سورۃ الحمد" ہے جو رب کی صفاتِ کمال کو بیان کر رہی ہے۔ یہ "سورۃ الدعا" ہے جو مطلوب کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ (نظم الدرر ج۱ ص۲۰۔ ۱۹) اس سورت کو پڑھ کر مریض پر دم کرنا سنتِ صحابہ ہے' حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبیلے کے سردار کو یہ سورت پڑھ کر دم کیا' پھر اس نے تیس بکریاں دی تھیں جن میں آپ ﷺ نے اپنا حصہ بھی طلب فرمایا۔ (بخاری ج۲ ص۴۷۹) اس سے دم کرنے پر' قرآن مجید کو فروخت کرنے' اس کی کتابت کرنے اور کتب دینیہ پر اجرت لینے کا جواز بھی معلوم ہوا' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ استاذ کی تعلیم سے تلمیذ کو جو آمدنی ہو اس میں استاذ کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں توحید' نبوت' عبادت' وعدوعید' معاد و دعا وغیرہ کے مضامین ہیں اور قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتیں بھی انہی مضامین پر مشتمل ہیں' اس حوالے سے یہ سورت پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے

ف۲ ہر نیک کام شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے' اس کے بے شمار فوائد ہیں' اس سے جہنم کے فرشتوں سے نجات ملتی ہے' طوفان سے امان حاصل ہوتی ہے' بیماری سے نجات اور دکھ وعذاب سے چھٹکارا ہوتا ہے ف۳ حمد کا معنی ہے: شکر' رضا' جزا اور حق ادا کرنا' تحمید کے معنی اللہ تعالیٰ کی بار بار حمد کرنا ہے اور محمد کے معنی جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔ (قاموس ج۱ ص۵۶۳۔ ۵۶۲) حمد ونعمت اور غیر نعمت کو عام ہے اور یہ تین طرح کی ہوتی ہے "قولی' فعلی' عرفی"۔ (کتاب التعریفات ص۴۲۔ ۴۱) خلاصہ یہ ہے کہ کسی خوبی کی بہ طور تعظیم ثناء کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا بغیر نعمت کے یہ حمد ہوتی ہے۔ (کتاب التعریفات ص۵۶۲) حدیث میں ہے کہ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۱۱۸) ف۴ رب کا اطلاق مالک' سید' مدبر اور مہتمم پر ہوتا ہے۔ العالمین عالم کی جمع ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود عالم ہے' اس کی دلیل "رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا" (الدخان ۷) ہے' یعنی اللہ تعالیٰ آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے' اس کا رب ہے ف۵ جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنیٰ صرف احسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمان ہے' کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مؤمنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں اس کا احسان صرف مؤمنوں پر ہوگا' کافروں پر نہیں ہوگا۔ (المفردات ص۱۹۲) ف۶ دین کا معنی ہے: جزا اور مکافات۔ اس دن اللہ تعالیٰ کا مالک ہونا سب پر عیاں ہوگا' کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہوگی ف۷ لغت میں عبادت کا معنی ہے: خضوع (تواضع اور عاجزی) کے ساتھ اطاعت کرنا۔ (لسان العرب ج۳ ص۲۷۳) اصطلاح میں نفس کی خواہش کے خلاف اپنے رب (یعنی جس سے الوہیت کا اعتقاد ہو) کی تعظیم کے لیے مکلف کا کوئی کام کرنا عبادت ہے۔ (کتاب التعریفات ص۶۳) ف۸ شریعت مطہرہ میں اصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت کی جائے اور اُسی کے آگے دست سوال دراز کیا جائے تاہم انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت' وجاہت حاصل ہے' قبولیتِ دعا کے لیے اس کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا زندگی میں اور بعد وفات بھی جائز ہے اور اس قدر احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں' تاہم افضل واعلیٰ اور احسن یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کیا جائے ف۹ سیدھے راستے سے مراد ہے: تمام اخلاق' اعمال اور امور میں افراط وتفریط کے درمیان متوسط طریقہ جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالایا جائے اور جس سے اس نے باز رکھا اس سے رکا رہے ف۱۰ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں ف۱۱ غضب کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد

اٰیاتُھا ۲۸۶ — ۲ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۸۷ — رُکُوْعَاتُھا ۴۰

اس میں دوسو چھیاسی آیتیں ہیں — سورۃ البقرہ مدنی ہے — چالیس رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى

الف لام میم ۞ ۱ (یہ) وہ عظیم الشان کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کسی شک کی

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ

گنجائش نہیں ہے، ۲ یہ ان متقین کے لیے ہدایت ہے ۞ ۳ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ۴ اور نماز کو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣﴾

قائم رکھتے ہیں ۵ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ۞ ۶

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ

اور یہ لوگ اس (کلام) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾

آپ سے پہلے نازل کیا گیا ۷ اور یہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۞ ۸

منزل ۱

مطلق انتقام لینا ہوتا ہے، یہاں مغضوب سے مراد یہود ہیں۔ (المفردات ص ۳۶۱) اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (المفردات ص ۲۹۸) مغضوب کا معنی یہاں معتوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ قد تمت السورة فالحمد لله الذى بنعمته و بفضله تتم الصالحات.

سورۃ البقرۃ: ف ۱ یہ حروف مقطعات میں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار ورموز ہیں۔ (انوار التنزیل مع الخفاجی ج ۱ ص ۱۷۸) ف ۲ لغت میں کتاب کے معنی چمڑے کے دو ٹکڑوں کو سی کر آپس میں ملانا ہے۔ (المفردات ص ۴۲۳) اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: وہ صحیفہ جو ایسے متعدد مسائل کا جامع ہو جو جنساً متحد ہوں اور نوعاً اور صنفاً مختلف ہوں اور وہ صحیفہ ابواب وفصول پر منقسم ہو اور کتاب اللہ (قرآن مجید) اپنے روشن اور واضح دلائل کی وجہ سے شک کا محل نہیں۔ اس کے باوجود اگر کفار ومشرکین اس میں شک کرتے ہیں تو اس کی وجہ ان کی بصیرت سے محرومی ہے، خواہشِ نفس کی اتباع، تکبر وہٹ دھرمی ہے ف ۳ تقویٰ کا معنی ہے: کسی ڈرانے والی چیز سے نفس کو بچانا اور اس کی حفاظت کرنا، شریعت میں گناہ کی آلودگی سے نفس کی حفاظت کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ تقویٰ کے کئی مراتب ہیں: (ا) نفس کی کفر وشرک سے حفاظت کرنا (ب) نفس کی گناہ کبیرہ سے حفاظت کرنا (ج) نفس کی گناہ صغیرہ سے حفاظت کرنا (د) نفس کی خلافِ سنت سے حفاظت کرنا (ھ) نفس کی خلافِ اولیٰ سے حفاظت کرنا (و) نفس کی ماسوی اللہ سے حفاظت کرنا، جو شخص تقویٰ کے کسی ایک مرتبہ پر فائز ہو، یہ کتاب اس کے لیے تقویٰ کے اگلے مرتبہ کے لیے ہدایت ہے ف ۴ ایمان امن سے ماخوذ ہے جس کے معنی نفس کے مطمئن ہونے اور خوف کے زائل ہونے کے ہیں۔ (المفردات ص ۶۵) جمہور محققین کے نزدیک تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے، اور غیب وہ ہے جس کا حواس (خمسہ) سے ادراک نہ کیا جا سکے اور نہ ہی اس کو ابتداءً عقل سے معلوم کیا جا سکتا ہو۔ اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے ہوتا ہے ف ۵ صلوٰۃ عبادتِ مخصوصہ (نماز) کا نام ہے اور نماز قائم کرنے کا معنی ہے: نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا اور اس میں پابندی اور ذوق وشوق میں کمی نہ ہونے دینا اور نہ اس کو ترک کرنا کہ یہ مشرکوں کا کام ہے، حدیث میں ہے کہ کسی شخص اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱) ف ۶ رزق کا معنی ہے: عطا، خواہ دنیوی عطا ہو یا اخروی اور اس کے معنی: نصیب، علم دینے اور غذا کے پیٹ میں جانے کے بھی ہیں۔ (المفردات ص ۱۹۴) اس آیت میں رزق سے مراد رزق حلال ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی ہے اور مدح اسی وقت ہوگی جب وہ رزق حلال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے ف ۷ ''وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ'' سے تورات، انجیل اور کتب سماویہ مراد ہیں، ان کتابوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے، بایں طور کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں اور جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے، اس پر اجمالی ایمان لانا فرض عین ہے اور اس پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ورسول مبعوث نہیں ہوگا، اگر آپ کے بعد بھی اس طرح ممکن ہوتا تو اس پر ایمان ضروری قرار دیا جاتا ف ۸ آخرت سے مراد اعمال کا دار الجزاء ہے، اس پر ایمان لانا ہی حساب، میزان، صراط، جنت ودوزخ پر ایمان لانا ہے۔ یقین اس پختہ تصدیق کو کہتے ہیں جو شک ڈالنے والے کے شک سے زائل نہ ہو، اس کی تین قسمیں ہیں: علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، ہمیں جو اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت پر یقین ہے وہ علم الیقین ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ

وہی (کامل متقی) اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں' اور وہی فلاح پانے والے ہیں ○ و۹ بے شک جو لوگ

كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ

کفر میں راسخ ہو چکے ہیں' و۱۰ ان کے حق میں برابر ہے' خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اللہ نے

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا (سخت)

عَظِيمٌ ﴿٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا

عذاب ہے ○ و۱۱ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے' حالانکہ وہ

هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا

مؤمن نہیں ہیں ○ و۱۲ وہ (بہ زعم خویش) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور (درحقیقت) وہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ

دیتے ہیں و۱۳ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ○ و۱۴ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کر دیا و۱۵

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا

اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے' کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے ○ و۱۶ اور جب ان سے کہا گیا کہ زمین میں

فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ

فساد نہ کرو تو انہوں نے کہا: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں ○ و۱۷ سنو! بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں

وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا

لیکن ان کو شعور نہیں ہے ○ اور جب ان سے کہا گیا: اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں و۱۸ تو انہوں نے کہا:

ع ۱ وقف لازم

و۹ فلاح کے معنی کسی چیز کو پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور جو شخص محنت اور جدوجہد کرنے کے بعد کسی مطلوب کو حاصل کر لیتا ہے اس کو بھی مفلح کہتے ہیں' تو گویا مذکورہ صفات کے حاملین بھی اپنے مطلوب کو حاصل کر کے مفلحین میں شامل ہو گئے ہیں و۱۰ لغت میں کفر کا معنی ہے: کسی چیز کو چھپانا' رات کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو چھپاتی ہے' جو شخص نعمت کو چھپائے اور اس کا شکر ادا نہ کرے' اس کے فعل کو کفر کہتے ہیں اور سب سے بڑا کفر وحدانیت یا شریعت یا نبوت کا انکار کرنا ہے اور جب کافر کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ان تینوں کا یا ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے۔ (المفردات ص ۴۳۴) یہاں وہ کفار مراد ہیں جو بدر میں قتل کیے گئے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۸۴) و۱۱ "انذار" کا معنی ہے: کسی خطرے سے خبردار کرنا۔ "ختم" کا معنی ہے: کسی چیز کو اس طرح چھپا دینا اور ڈھانپ دینا کہ اس میں دوسری چیز کسی طرف سے داخل نہ ہو سکے۔ "قلوب" سے مراد عقول ہیں' یعنی ان کی عقول کو اس طرح ڈھانپ دیا کہ ان میں ایمان اور نور داخل نہیں ہو سکتا۔ "سمع" سے مراد کان ہیں اور "ابصار" کا معنی آنکھیں ہیں جن سے رنگ' شکل اور دیگر مبصرات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "غشاوۃ" کا معنی پردہ ہے' مقصود یہ ہے کہ یہ کفار اللہ تعالیٰ کی آیات کو دیکھنے سے ازخود دانستہ
اندھے بن گئے ہیں۔ عذاب کا معنی عبرت ناک سزا ہے۔ عذاب' زائل کرنے کو بھی کہتے ہیں اور سزا' آرام اور لذت کو زائل کرتی ہے اس لیے اس کو عذاب کہتے ہیں و۱۲ ا
آیت سے مسلسل تیرہ آیات منافقین کے بارے میں ہیں جو دل میں کفر رکھتے تھے اور بہ ظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور جو شخص بھی ایسا ہو وہ منافق ہے۔ (شرح مقاصد ج
ص ۲۲۷) مؤمن نہیں ہے' اگرچہ وہ ایمان کا دعویٰ دار ہو و۱۳ "یخادعون" کا لفظ "خدع" سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: کسی شخص کے ساتھ کیے ہوئے مکروفریب یا سازش کو مخ
رکھ کر اس سے خیر خواہی اور ہمدردی کا اظہار کرنا یعنی اس کو دھوکہ دینا۔ اس آیت میں یہ فرمایا کہ منافقین اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینا تو واضح ہے
اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا کس طرح صحیح ہو گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور نہ وہ خود اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کا قصد کرتے تھے' اس کا جواب اور معنی یہ
کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں' اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ
ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے' جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے و۱۴ شعور اس ادراک کو کہا جاتا ہے
حواس کے ذریعے سے ہو و۱۵ انسان کے بدن کو ایسی چیزیں عارض ہوں جن سے اس کے مزاج اور اعتدال میں فرق واقع ہو اور اس کی کارکردگی متاثر ہو جائے اس کو مرض ک
ہیں' یہ عوارض کبھی جسمانی ہوتے ہیں اور کبھی نفسانی' منافقین کا مرض نفسانی تھا کیونکہ جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے' مدینہ میں یہودیوں کی ریاست جاتی رہی تھی' اس
میں ان کا دل جلتا رہتا تھا اور یہی جلنا اور حسد کرنا ان کا مرض تھا اور رسول اللہ ﷺ کا اقتدار دن بدن بڑھ رہا تھا' اس سے ان کا مرض بڑھ رہا تھا و۱۶ منافقین کا جھوٹ یہ تھا ک
دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے' جھوٹ بولنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ا
وقت تک بندے کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ جھوٹ کو نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۴) شریعت میں تین صورتوں میں جھوٹ
بولنے کی اجازت ہے: (۱) ایک شخص اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔ (جامع تر
ص ۲۸۷) و۱۷ منافقین کا فساد یہ تھا کہ وہ کفار سے تعاون کر کے اور مسلمانوں کے راز ان پر ظاہر کر کے جنگ کی آگ بھڑکاتے تھے اور فتنوں کو جگاتے تھے کیونکہ جنگ کے
میں زمین پر لہلہاتے ہوئے کھیت اجڑ جاتے تھے' مال اور مویشی ہلاک ہو جاتے تھے اور انسانوں کا قتل ہوتا تھا یا ان کا فساد یہ تھا کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے ا
شریعت کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور چونکہ ان کے دلوں میں بیماری تھی اس لیے وہ اپنے فساد کرنے کو اصلاح کا نام دیتے تھے و۱۸ "امن الناس" سے مراد آپ ﷺ کے صحا

أَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں' سنو! یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن ان کو علم نہیں ہے O ف۱۹

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے' اور جب یہ اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں:

مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ

یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں' ف۲۰ ہم تو ان کے ساتھ صرف مذاق کرتے ہیں O اللہ ان کو ان کے مذاق کی سزا دے رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے'

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا

یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹک رہے ہیں O ف۲۱ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خریدا' سو

رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ

سو ان کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور نہ یہ ہدایت یافتہ تھے O ف۲۲ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ

نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ

روشن کی اور جب اس کا ماحول روشن ہو گیا تو اللہ نے ان کا نورِ بصارت سلب کر لیا ف۲۳ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا

لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۙ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ

کہ وہ نہیں دیکھتے O ف۲۴ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں' پس وہ (ہدایت کی طرف) رجوع نہیں کریں گے O ف۲۵ یا ان کی مثال ان

السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ

لوگوں کی طرح ہے جو آسمان سے برسنے والی بارش میں (گھرے ہوئے) ہوں' اس بارش میں تاریکیاں' کڑک اور چمک ہو' وہ کڑک

اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

(سن کر) جان کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں' اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے O

ہیں۔ (جامع البیان ج ١ ص ٩٩) اس سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام کا ایمان معیار ہے' نیز یہ کہ منافقین نے جو یہ کہا کہ جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں اس سے ان کی مراد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ (جامع البیان ج ١ ص ٩٩) اس آیت سے زندیق کی توبہ کے مقبول ہونے پر استدلال کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے نفاق کی خبر دی اور ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ظاہر اسلام کے قبول کرنے کا حکم دیا' زندیق وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرتا ہو' شعائر اسلام کا اظہار کرتا ہو اور اس کے دل میں کفریہ عقائد ہوں۔ (شرح المقاصد ج ٥ ص ٢٢٧) ف١٩ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو سبّ و شتم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار ہے' منافقین نے ایک بار صحابہ کو جاہل کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کر دی' جب تک قرآن مجید پڑھا جاتا رہے گا یہ کہا جاتا رہے گا کہ منافق جاہل ہیں اور اپنی جہالت سے بھی جاہل ہیں اور دائمی جہل میں گرفتار ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا صحابہ پر سبّ و شتم کرنے والوں کا رد کرنا چاہیے اور صحابہ کا دفاع کرنا چاہیے' یہ سنتِ الٰہیہ ہے ف٢٠ بعض یہودی (منافق) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملتے تو کہتے: ہم تمہارے دین پر ہیں اور جب اپنے اصحاب سے تنہائی میں ملتے جو کافروں کے سردار تھے تو کہتے تھے: یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو صرف مذاق کرتے تھے۔ (جامع البیان ج ١ ص ١٠١) علامہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ شیاطین سے یہود کے پانچ قبائل مراد ہیں: کعب بن اشرف مدینہ میں' ابو بردہ اسلمی بنو اسلم میں' ابو السوداء شام میں' عبد الدار جہینہ میں سے اور عوف بن مالک بنو اسد سے ف٢١ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ قصداً مذاق اُڑانے کو استہزاء کہتے ہیں اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی استہزاء کی سزا دینا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ایک مدت تک مہلت دیتا ہے' پھر اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے استہزاء کی جزا (سزا) کو استہزاء صورۃً فرمایا' حقیقت میں یہ استہزاء نہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے: "وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" (الشوریٰ: ٤٠) اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔ حالانکہ برائی کا بدلہ حقیقت میں عدل و انصاف ہوتا ہے' برائی نہیں ہوتی لیکن کسی چیز کا بدلہ صورۃً اسی کی مثل ہوتا ہے اس لیے اس کو برائی فرمایا' اسی طرح منافقین کے استہزاء کا بدلہ حقیقۃً استہزاء نہیں صورۃً مماثل ہونے کی وجہ سے اس کو استہزاء فرمایا ف٢٢ اس جگہ خرید و فروخت کا حقیقی معنی مراد نہیں' بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو اختیار کر لیا' ان کے سامنے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ ہدایت بھی تھی اور اس کے مقابلے میں نفاق کے عارضی منافع بھی تھے لیکن انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو اختیار کر لیا' اس تجارت میں ان کا راس المال بھی ضائع ہو گیا کیونکہ ان کی فطرت میں ہدایت کو قبول کرنے کی جو استعداد اور صلاحیت تھی وہ بھی ضائع ہو گئی ف٢٣ قتادہ نے کہا کہ جب منافق "لا الہ الا اللّٰہ" کہتا ہے تو اس کے لیے دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے' وہ مسلمانوں سے اپنی جان و مال محفوظ کرتا ہے' زکوٰۃ' صدقات اور مالِ غنیمت کے فوائد حاصل کرتا ہے اور مسلمانوں میں نکاح کرتا ہے اور ان کا وارث ہوتا ہے اور جب اس کی موت آتی ہے تو اسلام کے تمام ثمرات اور فوائد ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان نہ تھا۔ (جامع البیان ج ١ ص ١١١-١١٠) ف٢٤ ظلمت اس چیز کو کہتے ہیں جو دیکھنے سے منع کرتی ہے' منافقوں کے لیے کئی ظلمات ہیں: ظلمتِ کفر' ظلمت نفاق اور ظلمت یومِ قیامت' جس دن مؤمنوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب چمک رہا ہو گا اور منافقوں کے سامنے اندھیرا ہو گا یا اس سے مراد ہے: گمراہی کی ظلمت' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ظلمت اور دائمی عذاب کی ظلمت ف٢٥ جس نے کلمۂ حق نہیں بولا وہ خواہ زبان رکھتا ہو' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گونگا ہے اور جس نے حق کو نہیں دیکھا وہ خواہ آنکھیں رکھتا ہو وہ اللہ کے نزدیک اندھا ہے اور جس نے حق کو نہیں سنا وہ خواہ کان رکھتا ہو' اللہ کے نزدیک بہرا ہے اور یہ لوگ اب اس گمراہی کو ترک نہیں کریں گے جس کو اختیار کر چکے ہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ
لگتا ہے کہ بجلی ان کی بصارت اچک لے گی' جب بھی ان کے لیے بجلی چمکتی ہے تو وہ اس میں چلنے لگتے ہیں'

وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ
اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں' اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت

وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ
اور بصارت کو سلب کر لیتا ۲۶ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے O ۲۷ اے لوگو!

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
اپنے رب کی عبادت کرو' جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا' اس امید پر کہ تم متقی (پرہیز گار)

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ
بن جاؤO ۲۸ جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا'

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ
اور آسمان سے پانی نازل کیا اور پانی سے تمہارے رزق کے لیے کچھ پھل پیدا کیے' ۲۹

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ
لہٰذا تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ جب کہ تم جانتے ہوO ۳۰ اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلامِ الٰہی ہونے) میں شک ہے'

مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ
جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی اور سورت (بنا کر) لے آؤ' ۳۱ اور اللہ کے سوا اپنے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
مددگاروں ۳۲ کو بھی بلا لو' اگر تم سچے ہوO سو اگر تم نہ کر سکے اور تم ہرگز نہ کر سکو گے

ف۲۶ یہاں منافقین کے احوال کی دوسری مثال بیان کی گئی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے شانِ نزول میں آتا ہے کہ اہلِ مدینہ سے دو منافق رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے تو ان کو بارش نے آلیا' جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' اس میں شور' گرج اور کڑک تھی اور بجلی چمک رہی تھی اور جب بھی بجلی زور سے کڑکتی تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور جب بجلی چمکتی تو وہ اس کی روشنی میں چلتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو کھڑے رہ جاتے۔ وہ کہنے لگے: کاش! صبح ہو جائے تو ہم پھر (سیدنا حضرت) محمد (ﷺ) کے پاس چلے جائیں' پھر جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئے اور خلوصِ دل سے اسلام لائے اور انہوں نے نیکی کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مدینے کے منافقوں کی مثال ان دو منافقوں کے ساتھ دی' جو مدینے سے نکلے تھے۔ منافق جب بھی نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو وہ اس خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے کہ مبادا نبی ﷺ پر ان کے متعلق کوئی کلام نازل ہوا ہو یا ان کی کوئی بات پکڑی گئی ہو اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح بارش والے دو منافقوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسی تھیں' اور جب فتوحاتِ اسلام کی وجہ سے ان کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا اور ان کے ہاں اولاد ہوئی تو وہ اسلام پر کچھ قائم ہوئے اور کہنے لگے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) کا دین حق ہے' جس طرح وہ دو منافق بجلی کی روشنی میں چل پڑتے تھے اور جب کسی مصیبت کی وجہ سے ان کا مال اور اولاد ہلاک ہو جاتے تو پھر کفر کی طرف لوٹ جاتے اور کہتے کہ یہ دین (سیدنا) محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہے' جس طرح اندھیرا چھا جانے پر وہ دو منافق کھڑے رہ جاتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۹) ف۲۷ اہلِ سنت کے نزدیک ''شی'' موجود کے ساتھ خاص ہے۔ (انوار التنزیل ص ۳۸' درسی)) اور قدرت وہ صفت ہے' جس کی وجہ سے کسی زندہ شخص کے لیے اپنے ارادہ سے کسی فعل کا کرنا یا ترک کرنا ممکن ہوتا ہے۔ (التعریفات ص ۷۴) عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب' ظلم' جہل اور دیگر برائیوں پر قادر نہ ہو تو یہ اس کے قادرِ مطلق ہونے کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت لازم آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کذب اور ظلم یا جہل کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لا سکتا' لیکن اللہ تعالیٰ کذب و ظلم وغیرہ کا ارادہ نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحان ہے اور اس کے سبحان اور قدوس ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے بُرائی کا ارادہ کرنا محال ہو' اس لیے کذب پر قادر نہ ہونے سے اس کا عجز لازم نہیں آتا۔ عجز اس وقت ہوتا جب وہ کذب اور ظلم کا ارادہ کرتا اور ان کو وجود میں نہ لا سکتا ف۲۸ اس آیت میں مؤمنین' کفار اور منافقین کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے' مؤمنین کو عبادت کے حکم کا یہ معنی ہے کہ وہ زیادہ عبادت کریں یا دائماً عبادت کریں اور عبادات پر ثابت قدم رہیں اور منافقین کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ نفاق کو ترک کر کے اخلاص سے عبادت کریں اور کفار کو عبادت کے حکم کا معنی یہ ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد عبادت شروع کر دیں' کیونکہ وہ اوّلاً اعتقاد میں مکلّف ہیں اور ثانیاً ایمان لانے کے بعد عبادات کے مکلف ہیں ف۲۹ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ ساری کائنات بغیر کسی بنانے والے کے از خود بن گئی ہے تو یہ بات بالکل بداہت کے خلاف ہے' مٹی کے تیل کا ایک چراغ بھی از خود نہیں جلتا تو آسمان پر یہ اربوں ستارے خود بخود کیسے روشن ہو گئے؟ ایک گلاس پانی خود بہ خود مہیا نہیں ہوتا تو زمین کے نیچے چشمے خود بہ خود کیسے رواں ہو گئے اور اتنا بڑا سمندر کیسے وجود میں آ گیا اور یہ زمین و آسمان خود بہ خود کیسے بن گئے' پھولوں میں رنگ اور خوشبو' پھلوں میں ذائقہ اور ایک مربوط اور مقرر نظام کے تحت اس کائنات کا چلنا کیسے خود بہ خود ہو گیا ف۳۰ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک بنانے اور شرک کرنے کی ممانعت فرمائی اور شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے' خواہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا واجب الوجود مانا جائے' جیسا کہ مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے' جیسا کہ بت پرست مانتے ہیں۔ (شرح العقائد ص ۵۶) خلاصہ یہ ہے کہ شرک کا مدار دو چیزوں پر ہے' وجوب وجود اور استحقاقِ عبادت' اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانے تو یہ شرک ہے ورنہ نہیں ف۳۱ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے جو غیب کی خبروں اور علوم و معارف پر (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے○ ۳۳ف

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کو یہ بشارت دے دیجئے ۳۴ف کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ

جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہیں، جب بھی ان کو ان باغات سے کوئی پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ

ہم کو پہلے دیا گیا تھا، اور ان کو صورۃً ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے، اور ان کے لیے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی

وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا

اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے○ ۳۵ف بے شک اللہ (ہدایت کے سلسلہ میں) کسی بھی مثال کے بیان کو ترک نہیں کرتا خواہ مچھر

بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

کی مثال ہو یا اس سے بھی زیادہ حقیر چیز کی، رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے سچی ہے، ۳۶ف

رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ

اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (حقیر) مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ ۳۷ف وہ اس (مثال کے بیان) سے بہت

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ﴿۲۶﴾

لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے، اور وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہی میں مبتلا کرتا ہے○ ۳۸ف

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ

جو اللہ سے خوب پکا عہد کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا

ف۳۳ ان پتھروں سے مراد وہ بت ہیں جن کو انہوں نے خدا بنا کر ان کی پرستش کی، قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء: ۹۸) بے شک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہو وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ بتوں کو اس لیے آگ میں ڈالا جائے گا تاکہ مشرکین کی زیادہ ذلت و رسوائی ہو کہ وہ جن کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے نہیں بچا سکے ف۳۴ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ یہ ترھیب کے بعد ترغیب کا ذکر فرماتا ہے، اس سے پہلے کفار کو دوزخ کے دائمی عذاب سے ڈرایا تھا اور اس آیت میں نبی ﷺ کو امر فرمایا ہے کہ آپ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت، جنت کے پھلوں، پاکیزہ بیویوں اور ان نعمتوں کے دوام کی خوش خبری دے دیں، ان چار نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ انسان بنیادی طور پر رہائش، طعام اور نکاح کو چاہتا ہے، اس کی رہائش کے لیے جنت کی، طعام کے لیے جنت کے پھلوں کی اور نکاح کے لیے پاکیزہ بیویوں، یعنی حوروں کی خوش خبری دی اور اگر کسی نعمت کے ساتھ اس کے زوال کا بھی خدشہ اور خطرہ لاحق ہو تو پھر انسان اس نعمت سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور حالتِ عیش میں بھی وہ فکر مند رہتا ہے، اس لیے مؤمنوں کو یہ بشارت بھی دی کہ یہ نعمتیں دائمی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوں گی ف۳۵ ''جنات'' ''جنّۃ'' کی جمع ہے اور جمع کا صیغہ اس لیے فرمایا کہ جنتیں سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن (۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السلام (۷) علّیین۔ (المفردات ص ۹۸) اور جنت کو اس لیے جنت کہتے ہیں کہ اس کی نعمتیں ہم سے مستور ہیں، قرآن مجید میں ہے: ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ'' (السجدہ: ۱۷) سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیزیں پوشیدہ رکھی گئیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اگر اہل جنت کی ازواج میں سے کوئی عورت (دنیا میں) جھانکے تو تمام روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۷) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جنت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰) ہمارے زمانے میں جھوٹے صوفی اور بناوٹی محبِ رسول، جنت کا بہت حقارت سے ذکر کرتے ہیں اور جنت طلب کرنے والوں کی مذمت و تضحیک کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ جنت کی ترغیب دی ہے ف۳۶ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دو مثالیں بیان کیں (آگ جلانے والے کی اور بارش میں گھرے ہوئے شخص کی) تو منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ وہ مثالیں بیان کرے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں اور کفار اور منافقین نے جو یہ سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مثالوں کو بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اس آیت میں اس کا جواب ہے، یعنی جن لوگوں پر جہالت غالب ہے اور جو ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ضد اور عناد کی وجہ سے ان مثالوں پر غور و فکر نہیں کریں گے اور فوراً ان کا انکار کر دیں گے، لہٰذا ان مثالوں کا بیان کرنا ان کے حق میں گمراہی کا موجب ہوا اور جن لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیتے، کھلے ہوئے ذہن سے سوچتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں وہ جب ان مثالوں کو سنیں گے تو ہدایت پا جائیں گے ف۳۷ ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کثیر کو گمراہ کرتا ہے اور کثیر کو ہدایت دیتا ہے حالانکہ گمراہ تو کثیر ہیں اور ہدایت یافتہ قلیل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ گمراہ عدداً کثیر ہیں ہدایت یافتہ اپنے مرتبہ اور شرف کے اعتبار سے کثیر ہیں ف۳۸ فسق کا معنی ہے: اعتدال اور طریقِ مستقیم سے خروج اور شریعت میں گناہ کبیرہ کرنے والے کو فاسق کہتے ہیں، اس کے تین مراتب ہیں: (۱) تغابی: جو شخص کبھی کبھی گناہ کبیرہ کرے اور اس کو برا جانتا ہو (فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے) (۲) انہماک: جو شخص گناہ کبیرہ کا عادی ہو اور اس کو اس کا کوئی خوف نہ ہو (۳) جحود: جو شخص گناہ کبیرہ کو اچھا اور صحیح سمجھ کر کرے، پس جو شخص اس درجے میں پہنچ جائے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے، یہاں فاسق سے مراد وہ منافقین ہیں جو فسق کے تیسرے درجے میں پہنچ چکے تھے۔

وقفِ لازم

أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۭ أُولٰٓئِكَ هُمُ
حکم دیا ہے ان کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ
والے ہیں○ ۳۹ تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے، اس نے تم کو زندہ کیا، وہ پھر تم پر

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ
موت طاری کرے گا، پھر تم کو زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے○ ۴۰ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے

مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى إِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ
زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا، ۴۱ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سات ہموار آسمان

سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ
بنا دیئے، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے○ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین

جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْۤا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ
میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں ۴۲ فرشتوں نے کہا: کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد

فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ
اور خون ریزی کرے گا، ۴۳ حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، ۴۴ فرمایا:

قَالَ إِنِّيْۤ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ
بے شک میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے○ اور اللہ نے آدم ۴۵ کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے،

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ أَنْۢبِئُوْنِيْ بِأَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ إِنْ كُنْتُمْ
پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر ۴۶ پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے

ع ۹ ۳

ف۳۹ اس عہد سے مراد یا تو وہ عہد ہے جو لوگوں کو عقل دینے کی صورت میں لیا گیا، اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: ”وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْۤ اٰدَمَ الخ“ (الاعراف: ۱۷۲) یا اس عہد سے دوسرا عہد مراد ہے جو نبیوں اور رسولوں کے واسطے سے ان کی امتوں سے لیا گیا اور وہ یہ عہد تھا کہ جب ان کے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جن کی پچھلی کتابوں میں تصدیق ہے اور معجزات سے ان کی رسالت ثابت ہو جائے تو یہ سب اس عظیم رسول کی اتباع کریں گے اور ان کی کتابوں میں اس کی نبوت کا جو بیان ہے اس کو نہیں چھپائیں گے اور اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ اس عہد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: ”وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ“ (آل عمران: ۱۸۷) اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم یہ عہد لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے، سو انہوں نے اس عہد کو پس پشت پھینک دیا اور اس عہد کے بدلے میں حقیر معاوضہ لے لیا، تو یہ کیسی بُری چیز کو خرید رہے ہیں○ ف۴۰ نباتات میں جو نشو ونما کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں اور حس اور حرکت کا ختم ہو جانا جانداروں اور حیوانوں کی موت ہے، عمل اور عقل کی قوت کا ختم ہو جانا انسانوں کی موت ہے۔ (المفردات ص۱۳۹۔۱۳۸) اس آیت مبارکہ میں کفار کو مخاطب کر کے یہ بتایا کہ تم کس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر سکتے ہو؟ حالانکہ تم پہلے نطفہ کی شکل میں تھے، بہ ظاہر مردہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے جسم میں روح پھونک کر تم کو زندہ کیا، پھر جب تمہاری مدت حیات پوری ہو جائے گی تو پھر تم پر موت طاری کرے گا، پھر قبر میں سوال و جواب کے وقت یا صور پھونکنے کے وقت تم کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر حشر کے بعد تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا، جب تم کو اپنے احوال کا علم ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کفر کرنا کس قدر تعجب خیز ہے، نیز اس آیت مبارکہ میں موت کو اس لیے نعمتوں میں شمار کیا کہ موت دوسری حیات کی طرف پہنچاتی ہے اور وہی حقیقی حیات ہے ف۴۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا، اس سے جمہور فقہاء اور اصولیین نے یہ استدلال کیا ہے کہ احکامِ شرعیہ کے وارد ہونے سے پہلے اصل میں سب اشیاء مباح ہیں اور تحریر ابن ہمام میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک احکام میں اصل اباحت ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۱) اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور دیگر مشاہیر اسلام کے فضائل اور سیرت کی مجالس منعقد کرنا اور آپ کے میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا، صدقہ، خیرات اور دیگر عبادات کا ثواب، نبی ﷺ، بزرگانِ دین اور اپنے رشتے داروں کو پہنچانا، انفرادی اور اجتماعی طور پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور ایسے بہت سے امورِ دینیہ جن سے دین کے شعار اور اس کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے ہر چند کہ شریعت میں بالصراحت نہ ان کے کرنے کا حکم ہے نہ ان کے کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام کام اپنی اصل پر مباح (جائز) ہیں، لیکن حسن نیت کے اعتبار سے مستحسن ہیں ف۴۲ اللہ تعالیٰ نے جو فرشتوں سے فرمایا تھا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، یہ فرشتوں سے مشورہ نہیں تھا، کیونکہ مشورہ کا معنی ہے: کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف رجوع کر کے ایک رائے کو حاصل کرنا۔ (المفردات ص۲۷۰) اور اللہ تعالیٰ اپنے کام میں کسی کی رائے حاصل کرنے سے پاک و بَری ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی تخلیق کی پیشگی خبر دی تھی تاکہ فرشتے اس خبر پر اپنی رائے کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی رائے کے متعلق اپنا حکم اور اپنی حکمتوں کو بیان فرمائے، اس لیے علامہ بیضاوی کا اس آیت کو مشورہ کی تعلیم پر محمول کرنا صحیح نہیں ف۴۳ فرشتوں کا یہ کہنا کہ تو ان کو پیدا فرمائے گا جو زمین میں فساد و خون ریزی کریں گے، اس کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی اصل اور منشاء ہیں اور اولادِ آدم میں سے بعض لوگ فتنہ فساد اور خون ریزی کریں گے، اس لیے فرشتوں نے ان کی طرف ان کاموں کا اسناد کر دیا اور اگر فرشتوں نے حضرت آدم کی اولاد کے متعلق یہ کہا تھا تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت آدم کی اولاد میں سے بعض فساق نے بہر حال یہ کام کیے ف۴۴ فرشتوں نے جو یہ کہا کہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اس سے خودستائی، خودنمائی، عجب اور تفاخر مقصود نہیں تھا بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ جس کو خلیفہ بنایا گیا ہے، اس میں تین قوتیں ہیں: قوت شہوانیہ، قوت غضبیہ اور قوت عقلی، پہلی دو قوتوں کے (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

نام بتاؤ O فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے ہمیں صرف انہی چیزوں کا علم ہے جن کی تو نے ہمیں تعلیم دی ہے' بے شک تو ہی

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

سب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O فرمایا: اے آدم! ان کو ان سب چیزوں کے نام بتاؤ' جب آدم نے ان سب چیزوں

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ

کے نام ان کو بتا دیئے ف۴۷ تو فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کا غیب جاننے والا ہوں'

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے تھے میں وہ سب جانتا ہوں O ف۴۸ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: آدم کو سجدہ کرو ف۴۹

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا

تو ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا ف۵۰ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا O اور ہم نے فرمایا:

يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠

اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس جنت میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا

نہ جانا ف۵۱ ورنہ تم حد سے بڑھنے والوں میں شمار ہو گے O ف۵۲ پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے لغزش میں مبتلا کیا'

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی

اور جہاں وہ رہتے تھے ف۵۳ وہاں سے ان کو نکال دیا' ہم نے فرمایا: تم (سب) نیچے اترو' تم میں سے بعض' بعض کے دشمن ہوں گے' اور

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ

تمہارے لیے زمین میں ایک وقت مقرر تک ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے O پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ نے ان کی

ف۴۷ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت آدم نے ان چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے کی وجہ سے بتائے' اگر فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے جاتے تو وہ بھی ان چیزوں کے نام بتا دیتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا خمیر مختلف اجزاء اور متضاد قوتوں کو ملا کر بنایا تھا' اس وجہ سے وہ معقولات' محسوسات' متخیلات اور موہومات کے ادراک کی صلاحیت رکھتے تھے اور فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اشیاء کے حقائق' خواص' اسماء' علوم کے قواعد اور مختلف صنعتوں کے قوانین تعلیم فرمائے' پھر فرشتوں کو عاجز کرنے اور اہلیت خلافت سے ان کے عجز کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ' اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ معصوم ہونے کی وجہ سے صرف تم خلافت کے اہل ہو' ہر چند کہ فرشتوں نے صراحۃً یہ دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ان کے کلام میں اس دعویٰ کی جھلک پائی جاتی تھی ف۴۸ اس آیت مبارکہ سے علم کی عمل پر فضیلت ثابت ہوتی ہے' کیونکہ عمل میں ملائکہ کس قدر بڑے ہوئے تھے کہ معصوم' مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہوئے' اس لیے مرتبہ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا ف۴۹ جب حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت علمی ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت علمی کا اعتراف کرانے کے لیے انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور ایک اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بناتے ہی فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا: "فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ O" (الحجر: ۲۹) سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا O اس آیت کے اعتبار سے فرشتوں کا امتحان ہے اور ان کی اطاعت گزاری کا بیان ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا اظہار ہے۔ سجدہ کا لغوی معنی ہے: تذلل کے ساتھ جھکنا' سجدہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (المفردات ص ۲۲۳) اور شریعت میں عبادت کی نیت سے زمین پر پیشانی کو رکھنا سجدہ ہے۔ (انوار التنزیل ص ۶۲) فرشتوں کو جس سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے یا تو شرعی سجدہ مراد ہے' اس صورت میں سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی عزت افزائی کے لیے قبلہ بنایا گیا تھا یا یہ تعظیمی سجدہ تھا کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تحیت کے لیے تواضعاً جھکنے کا حکم دیا گیا تھا ف۵۰ ابلیس کا تکبر یہ تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جانا اور ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار چونکہ کفر ہے اس لیے شیطان کافروں میں سے ہو گیا ف۵۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کون سے درخت سے کھانے کو منع فرمایا تھا' قرآن و حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں تاہم وہ گندم' زیتون یا انگور میں سے کوئی درخت تھا ف۵۲ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس درخت کے قریب نہ جانا' ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت سے کھایا اور اس درخت کے قریب گئے تو کیا وہ ظالموں میں سے ہو گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصد و ارادہ سے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا' کیونکہ جب کسی کام سے منع کیا جائے تو اس کا محمل یہی ہوتا ہے کہ اس کام کو قصد و ارادہ سے نہ کیا جائے اور گناہ کی بھی یہی تعریف ہے کہ قصداً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو کام نسیان و خطا سے سرزد ہو جائے وہ گناہ نہیں ہوتا ہے اور یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی بھی نہیں' میر سید شریف جرجانی نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے: ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ (شرح مواقف ص ۲۸۹) ف۵۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان نے انہیں لغزش میں مبتلا کیا اور جہاں وہ رہتے تھے' وہاں سے ان کو نکال دیا۔ منکرین عصمت یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ نہیں کیا تھا تو ان کو سزا کیوں ملی اور ان کو جنت سے کیوں نکالا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے کا حکم دینا' ان کے حق میں سزا نہیں ہے' بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافتِ الٰہیہ کے لیے پیدا کیا گیا تھا' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم اور ابلیس کے معرکہ میں ابلیس کامیاب ہو گیا اور اس نے ان کو جنت سے نکلوا دیا' یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ شیطان تو حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں عارضی قیام کو بھی نہیں برداشت کر سکا تھا اور اب وہ دنیا میں آ کر اور فرائضِ نبوت اور

عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

توبہ قبول فرمائی' بے شک وہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO ۵۴ ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ' پھر اگر

مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾

تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئی تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گےO ۵۵

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گےO ۵۶

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ

اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی ۵۷ اور تم میرا عہد پورا کرو

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

میں تمہارا عہد پورا کروں گا ۵۸ اور تم مجھ سے ہی ڈروO اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ

تمہارے پاس ہے' اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو ۵۹ اور تھوڑی قیمت کے بدلہ میں میری آیتوں کو فروخت نہ کرو ۶۰ اور مجھ ہی

فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾

سے ڈروO اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤO ۶۱

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ۶۲ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کروO ۶۳ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو

بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو' کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟O ۶۴ اور صبر اور نماز (کے ذریعہ)

کارِ خلافت کو انجام دے کر دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے اور شیطان تو ان کے تنہا وجود کو جنت میں برداشت نہیں کر سکا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آنے کے بعد اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا **ف۵۴** حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں محمد (ﷺ) کے حق (وسیلہ) سے سوال کرتا ہوں تو میری مغفرت فرما' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: محمد کون؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: تیرا نام برکت والا ہے' جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس شخص سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے' تب اللہ عزوجل نے ان کی طرف یہ وحی کی: اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں سے تمام نبیوں کے آخر ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد کی امتوں میں سے آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (المعجم الصغیر ج ۲ ص ۸۳' المستدرک ج ۲ ص ۲۱۵' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹' الوفاء ص ۳۳) **ف۵۵** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی نبی یا رسول یا ان کی دی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں گے تو ان کو اپنے مستقبل (آخرت) کے متعلق کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ اپنے ماضی پر پشیمان اور غمگین ہوں گے' اس آیت میں مطلق خوف کی نفی نہیں کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو بہرحال اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا اور جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اس کو اتنا زیادہ اللہ کا خوف ہے' یہاں وہ خوف مراد ہے جو باعثِ ضرر ہو' کیونکہ عربی قواعد کے مطابق ''عـلـی'' ضرر کے لیے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف نفع کا باعث ہے **ف۵۶** اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرے وہ دوزخی ہے جس طرح کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکمِ سجدہ کا انکار کیا اور اس کی حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کردہ آیتوں (اسماء) کا بھی منکر ہوا اور دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنایا **ف۵۷** عام نعمتوں کے علاوہ جو نعمتیں بالخصوص بنی اسرائیل کو عطا فرمائیں وہ یہ ہیں: ان کو آلِ فرعون سے نجات دی' ان میں سے انبیاء بنائے' ان پر من و سلویٰ نازل کیا' ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ چشمے رواں کر دیئے اور ان کو تورات کا امین بنایا' جس میں حضرت محمد ﷺ کی صفات کا بیان ہے اور آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر ہے' ہر چند کہ یہ نعمتیں یہود کے آباء و اجداد کو دی گئی تھیں لیکن یہ ان کی اولاد کے حق میں بھی نعمتیں ہوئی ہیں' کیونکہ اگر فرعون بنی اسرائیل کی نسل کشی جاری رکھتا یا بنی اسرائیل کو بھی سمندر میں غرق کر دیا جاتا تو آج دنیا میں یہود کا وجود نہ ہوتا اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہوتے **ف۵۸** یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و کرم ہے کہ اس نے برابر کا معاملہ کرنے کا فرمایا کہ تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو' میں تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں گا' ورنہ کہاں بندہ' کہاں خدا' بندہ اس کا حکم بجا لائے تو اس کا کام ہی بندگی کرنا ہے اور اس اطاعت پر جو اس نے جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا' وہ محض اس کا کرم و فضل ہے' کسی کا اس پر کوئی استحقاق نہیں ہے۔ یہود کا اللہ سے عہد یہ تھا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ان سے عہد یہ تھا کہ وہ ان سے سخت اور مشکل احکام کا بوجھ اتار دے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا **ف۵۹** اس سے مراد یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں پہلے منکر نہ بنو' یا یہ تعریض ہے کہ چونکہ یہ کتاب تمہاری کتاب کی مصدق ہے تو تم کو سب سے پہلے اس پر ایمان لانا چاہیے تھا **ف۶۰** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے' تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے' حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے' حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو قلیل تھی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۰) اس آیت مبارکہ سے بعض علماء نے تعلیمِ قرآن پر اجرت لینے کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے' لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

سے مدد حاصل کرو ٦٥ اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے' سوا ان لوگوں کے (جو اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیںO ٦٦ جو یہ یقین

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿٤٦﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا

رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں ٦٧ اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیںO اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو

نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی' اور بے شک میں نے تم کو (اس زمانہ کے) لوگوں پر فضیلت دی تھیO ٦٨ اور اس دن سے ڈرو

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ

جب کوئی شخص کسی شخص کا بدلہ نہ ہو سکے گا اور نہ کسی شخص کی (بلا اذنِ الٰہی) شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کسی شخص

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

سے فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گیO ٦٩ اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون ٧٠ سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ

جو تم کو بدترین عذاب پہنچاتے تھے' تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے عظیم آزمائش تھیO اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا' پھر ہم نے تم کو نجات دی

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ

اور ہم نے آل فرعون (فرعون اور اس کے متبعین) کو غرق کر دیا ٧١ اور تم دیکھ رہے تھےO اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ ٧٢ سے چالیس

لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا

راتوں کا وعدہ کیا ٧٣ پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھےO ٧٤ پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کیا

ف٦٥ ایمان کے دو حصے ہیں' نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے۔ (الدرالمنثور ج١ ص٦٧) حضرت ابن عباس کو ایک سفر میں ان کے بیٹے کی موت کی خبر ملی تو اسی وقت انہوں نے سواری سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" کہا اور فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا' صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (الدرالمنثور ج١ ص٦٧) ف٦٦ نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے' اس کو خشوع کہتے ہیں' قتادہ نے کہا ہے کہ دل میں خوف اور نماز میں نظریں نیچی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج١ ص٣٧٤) ف٦٧ اگر کسی شخص پر نماز پڑھنا دشوار ہو تو اس کو اپنے ایمان اور آخرت پر یقین کا جائزہ لینا چاہیے ف٦٨ یہاں عالمین سے مراد انبیاء بنی اسرائیل کے زمانے کے لوگ ہیں' قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں۔ اس تاویل کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امت کو خیر امت قرار دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" (آل عمران:١١٠) تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں ف٦٩ اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی شفاعت جائز نہیں ہے۔ خوارج' معتزلہ' ابن تیمیہ' محمد بن عبد الوہاب نجدی اور شیخ اسماعیل دہلوی اور ان کے متبعین کا یہی مذہب ہے اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء علیہم السلام' ملائکہ' اولیاء کرام' علماء' حفاظِ قرآن اور صالح مؤمنین گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (١) "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" (آل عمران:١٥٩) ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے (٢) "وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ" (النور:٦٢) اور ان مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے (٣) "وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ" (الممتحنۃ:١٢) اور ان مسلمان عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کلمہ پڑھا۔ (صحیح بخاری ج١ ص٢٠) اور فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ تعالیٰ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے' یا میں شفاعت کروں' میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔ (جامع ترمذی ص٣٥١) شفاعت کی تفصیلی بحث اور اس کی اقسام کے لیے حضرت اقدس علامہ سعیدی دامت فیوضاتہم کی کتاب تاریخ نجد وحجاز' اور شرح صحیح مسلم ج٢ ص٣٨ تا ٦١ اور تبیان القرآن ج٧ ص٤٣٧ تا ٤٨١ کا مطالعہ فرمائیں' ان شاء اللہ العزیز ایمان کو جلاء نصیب ہوگی ف٧٠ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہے' جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے' قرآن میں جس فرعون کا ذکر ہے' اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ (جامع البیان ج١ ص٢١٣) اور آل فرعون سے مراد فرعون کے اہل دین اور اس کے متبعین ہیں۔ (جامع البیان ج١ ص٢١٢) ف٧١ جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر جانے لگے تو فرعون کو اس کی خبر پہنچی' اس نے صبح کو مرغ کی اذان کے بعد بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کا حکم دیا' پھر اس نے صبح کو چھ لاکھ قبطیوں کے ساتھ بنی اسرائیل کا پیچھا کیا' اُدھر حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے پہنچے تو ان کے اصحاب نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کو کہاں سے نکلنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے سمندر کی طرف اشارہ فرمایا' یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا' پھر گہرائی میں پہنچ کر گھوڑے کو واپس کر دیا' اس طرح تین دفعہ ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو وہ بارہ حصوں میں منقسم ہو کر پھٹ گیا' حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے ساتھ اس سے پار گزر گئے' بعد میں جب فرعون اور اس کے ساتھ قبطی اس سے گزرنے لگے تو سمندر آپس میں مل گیا اور فرعون اور قبطی غرق ہو گئے' یہ سمندر بحر قلزم تھا۔ قتادہ نے کہا کہ بنو اسرائیل چھ لاکھ تھے اور قبطی بارہ لاکھ تھے۔ (جامع البیان ج١ ص٢١٨-٢١٩) ف٧٢ لفظ موسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور دو کلموں سے مل کر بنا ہے "مو" کا معنی ہے: پانی اور "سا" کا معنی ہے: درخت' چونکہ فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی میں لکڑی کے تابوت سے پایا تھا' (بقیہ صفحہ ٩٧٦ پر)

عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

تا کہ تم (ہمارا) شکر ادا کرو○ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

اور حق اور باطل میں فرق کرنے والا (معجزہ) دیا ف۷۵ تا کہ تم ہدایت پاؤ○ اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: اے میری امت!

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا

بے شک تم نے بچھڑے کو (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو سو تم ایک دوسرے کو

اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

قتل کرو، ف۷۶ تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، تو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، ف۷۷ بے شک وہی

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ

بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ کو

جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اپنے سامنے دیکھ لیں، سو تم کو ایک کڑک نے پکڑ لیا اور تم (اس منظر) دیکھ رہے تھے○ ف۷۸ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں

مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ

دوبارہ زندہ کیا ف۷۹ تا کہ تم شکر ادا کرو○ اور ہم نے تم پر بادل کو سایہ فگن کیا اور تم پر

الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ

من اور سلویٰ کو نازل کیا ف۸۰ ہم نے تم کو جو پاک چیزیں دی ہیں ان سے کھاؤ، اور (ہماری حکم عدولی کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

کیا، البتہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے○ اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ،

ف۷۵ فرقان سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں، جن میں عصا، ید بیضاء اور دیگر معجزات تھے ف۷۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور سے آنے کے بعد جو بنو اسرائیل کو اپنی گمراہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حال میں بنو اسرائیل کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میری امت! تم نے بچھڑے کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور تم ایک دوسرے کو قتل کرو، پھر انہوں نے دو صفیں بنائیں، ایک صف میں بچھڑے کی عبادت کرنے والے کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں وہ کھڑے ہوئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی اور انہوں نے بچھڑا پرستوں کو قتل کیا اور ستر ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۲۷) ف۷۷ جب بنی اسرائیل اس تعداد میں ایک دوسرے کو قتل کر چکے تو تب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب! اس طرح تو بنو اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے، اے رب! بقیہ کو معاف فرما دے، تب انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیا، جو قتل ہو گئے وہ شہید قرار پائے اور جو بچ گئے ان کا کفارہ ہو چکا تھا۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۲۷) ف۷۸ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت میں سے انتہائی نیک ستر افراد سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے چلو اور اپنی گئوسالہ پرستی پر اللہ تعالیٰ سے معذرت کرو، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر طور پہاڑ پر گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ ہم بھی اپنے رب کا کلام سن لیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک بادل آیا اور اس نے پورے پہاڑ کو ڈھانپ لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بادل میں داخل ہو گئے اور قوم سے کہا کہ تم قریب آ جاؤ، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تو ان کی پیشانی پر بہت چمک دار نور ظاہر ہوتا، جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا، تو وہ اپنی پیشانی پر نقاب ڈال لیتے تھے، جب قوم اس بادل کے اندر داخل ہوئی تو سجدہ میں گر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے تھے اور وہ سن رہے تھے، جب موسیٰ علیہ السلام فارغ ہوئے اور بادل چھٹ گیا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: ہم ہرگز اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر، عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں، اسی وقت ان پر بجلی کی ایک کڑک آ پڑی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا، جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا تو وہ میری کیسے تصدیق کریں گے کہ وہ کڑک سے ہلاک ہو گئے اور آئندہ مجھ پر کب اعتماد کریں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان میں روحیں لوٹا دیں۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۳۱-۲۳۲) ف۷۹ ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: "قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ" (المؤمن:۱۱) وہ کہیں گے: اے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار تو نے ہمیں زندہ فرمایا۔ پہلے انسان بے جان مٹی کی صورت میں یا بے جان نطفہ کی صورت میں تھا، پھر اس کو زندہ کیا، پھر اس پر طبعی موت آئی اور اس کو پھر آخرت میں زندہ کیا، اس طرح ہر انسان کے لیے دو موتیں، دو حیاتیں ہیں اور ان بنو اسرائیل کے لیے تین موتیں اور تین حیاتیں ہو گئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام سنت جاریہ تو یہی ہے کہ انسان کے لیے دو موتیں اور دو حیاتیں ہوں، مگر کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لیے اپنی عادت کے خلاف فرماتا ہے، جس طرح کہ پیدائش عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے ف۸۰ "مَن" سے مراد ترنجبین ہے جو ایک نفیس شیریں ذائقے دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح کے وقت آسمان سے اترتا اور کثیر تعداد میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر منجمد ہو جاتا تھا۔ "سلویٰ" بٹیر تھا، بعض نے کہا: وہ بھنا ہوا اترتا تھا اور بعض کا قول ہے کہ بہ کثرت زندہ پرندے ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے، وہ انہیں زندہ پکڑ لیتے اور ذبح کرتے تھے، الغرض من و سلویٰ ان کی شیریں اور نمکین غذائیں تھیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱ ص۴۰۷-۴۰۸)

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ

اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو: ''حِطَّۃ'' (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے

خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ

اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گےO ۸۱ سو جو قول کہنے کے لیے ان سے کہا گیا تھا اس کو ظالموں

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ

نے بدل دیا' پس ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ

وہ فسق کرتے تھےO ۸۲ اور جب موسیٰ نے اپنی امت کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا: اپنا عصا اس

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

پتھر پر مارو' تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' بے شک ہر گروہ نے اپنے پانی

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ

پینے کی جگہ کو جان لیا' ۸۳ اللہ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد کرتے

مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ

ہوئے نہ پھروO اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک (قسم کے) کھانے پر صبر نہیں کریں گے سو آپ ہمارے لیے

لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا

اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ (من اور سلویٰ کی بجائے) ہمیں زمین کی اگائی ہوئی چیزیں سبزی' ککڑی' گندم

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۗ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ

مسور اور پیاز نکال کر دے' فرمایا: کیا تم اچھی چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز مانگتے ہو؟ شہر میں

ع ۱۳/۶

و۸۱ بنو اسرائیل پر چالیس سال تک من وسلویٰ نازل ہوتا رہا' اس عرصے میں وہ میدانِ تیہ میں سرگرداں رہے' اسی دوران پہلے حضرت ہارون کی اور پھر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کیا اور جو بنو اسرائیل زندہ بچ گئے تھے' انہوں نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور چالیس سال بعد بنو اسرائیل کو میدانِ تیہ سے نجات حاصل ہوئی' جب بیت المقدس میں فاتحانہ شان سے داخل ہونے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور ''حِطَّۃ'' (ہمارے گناہوں کو معاف فرما) کہتے ہوئے داخل ہونا' مگر یہ لوگ اللہ کے حکم کے خلاف سرین کے بل گھسٹتے ہوئے اور ''حنطة یا حنطة فی شعرة'' (گندم' گندم بالی میں) کہتے ہوئے داخل ہوئے' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کو گندم چاہیے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱۔۴۱۰)

و۸۲ ابن زید نے بیان کیا کہ جب بنو اسرائیل کو کہا گیا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور وہ سرین کے بل داخل ہوئے اور ''حطة'' کی جگہ انہوں نے ''حنطة'' کہا تو طاعون کی شکل میں ان پر آسمانی عذاب آیا' جس سے ان کے تمام بڑے لوگ ہلاک ہو گئے اور ان کے بیٹے بچ گئے اور بنو اسرائیل میں جس فضل وعبادت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ان کے بیٹوں میں تھا اور ان کے تمام آباء واجداد طاعون کی اس وباء میں ہلاک ہو گئے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۴۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۱) حدیث میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ طاعون گندگی ہے اور تم سے پہلے جن لوگوں کو عذاب دیا گیا' ان کا بچا ہوا عذاب ہے' اگر کسی علاقے میں طاعون پھیلے اور تم وہاں ہو تو تم وہاں سے مت نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقے میں طاعون ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۲' صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۳) ایک حدیث شریف میں ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۷)

و۸۳ میدانِ تیہ میں جب بنو اسرائیل کو پیاس لگی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے پانی کے لیے دعا کریں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے' وہ چٹان اب بھی جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے' ایک عیسائی محقق نے انیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے مقاماتِ مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لیے فلسطین کا سفر کیا اور اس چٹان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند اور آگے کی طرف جھکی ہوئی ہے' ایک پتھر پر عصا مارنا اور اس سے پانی کے چشموں کا پھوٹنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ انہوں نے آلات کے بغیر لاٹھی کی ایک ضرب سے بارہ چشمے جاری کر دیئے' لیکن ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا معجزہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کو جاری کر دیا اور وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی نہیں ہوتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور نبی ﷺ کے سامنے چمڑے کا چھوٹا سا برتن تھا' نبی ﷺ نے وضو کیا تو سب لوگ ٹوٹ پڑے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہمارے پاس وضو کے لیے پانی ہے نہ پینے کے لیے' صرف یہی پانی ہے جو آپ کے پاس ہے' آپ نے اس برتن پر اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی اُبلنے لگا' ہم سب نے اس پانی سے پیا اور ہم سب نے وضو کیا۔ راوی نے پوچھا: حدیبیہ کے دن آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم پندرہ سو تھے' لیکن ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہوتا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۵)

خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
چلے جاؤ' وہاں تم کو وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا ۸۴ اور ان پر ذلت اور بدحالی

وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے' یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے' ۸۵ یہ اس لیے (بھی) ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز

يَعْتَدُوْنَ ۝ۧ ﴿٦١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـــِٕيْنَ
کرتے تھے O بے شک ایمان والے (مسلمان) یہودی' عیسائی اور صابئین' ۸۶

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ
جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے' ۸۷ اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ ڗ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ
ان کا اجر ہے' اور نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے O ۸۸ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا ۸۹

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
اور ہم نے (پہاڑ) طور کو تم پر اٹھالیا ۹۰ کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو اس امید سے یاد

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
کرو ۹۱ کہ تم پرہیز گار بن جاؤ O اس (عہد) کے بعد پھر تم نے اعراض کیا' سو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ
تو تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے O ۹۲ اور بے شک تم ان لوگوں کو جانتے ہو

و۸۴ جب بنو اسرائیل نے من وسلویٰ کے بجائے زمین کی پیداوار میں سے لہسن' گندم اور مسور کی دال وغیرہ کو طلب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تعجب اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: تم اس کامل اور لذیذ غذا کے بدلے میں ادنیٰ درجہ کی چیزیں مانگ رہے ہو' تم کسی بھی زرعی زمین میں چلے جاؤ' وہاں تم کو مطلوبہ اجناس مل جائیں گی' لیکن بنو اسرائیل نے جو کفرانِ نعمت کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کا مذاق اڑایا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا ع ۷ کیونکہ انہوں نے حضرت شعیاء' حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہم کو بلاوجہ قتل کیا تھا' اس کی سزا میں ان پر دنیا میں ذلت اور خواری مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے مستحق ہوئے اور اخروی عذابِ دائم اس کے علاوہ ہے و۸۵ بنو اسرائیل کا انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا اور قتل کرنا' قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ اور دیگر آیاتِ مبارکہ سے جس طرح ظاہر وعیاں ہوتا ہے' اسی طرح ان کے اس عمل کی شہادت تورات سے بھی ملتی ہے۔ تورات میں ہے: اور اخی اب نے سب کچھ جو ایلیاہ نے کیا تھا اور یہ بھی کہ اس نے سب نبیوں کو تلوار سے قتل کر دیا۔ (ا۔سلاطین' باب:۱۹' آیت:۱' پرانا عہد نامہ' ص ۳۵۳) نیز لکھا ہے کہ: تب خدا کی روح یہویدع کاہن کے بیٹے زکریا پر نازل ہوئی' سو وہ بلند جگہ پر کھڑا ہو کر کہنے لگا: خدا یوں فرماتا ہے کہ تم کیوں خداوند کے حکموں سے باہر جاتے ہو کہ یوں خوش حال نہیں رہ سکتے؟ چونکہ تم نے خداوند کو چھوڑ دیا ہے' اس لیے اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا' تب انہوں نے اس کے خلاف سازش کی اور بادشاہ کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں اسے سنگسار کر دیا۔ (۲۔تواریخ' باب:۲۴' آیت:۲۱۔۲۰' پرانا عہد نامہ' ص ۴۴۶) یرمیاہ نبی کے متعلق لکھا ہے: اور جب یرمیاہ قید خانہ کے صحن میں بند تھا' خداوند کا یہ کلام اس پر نازل ہوا۔ (یرمیاہ باب:۳۹' آیت:۱۶) وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ پر نازل ہوا' اس کے بعد جلوداروں کے سردار بنوزرادان نے اس کو رامہ سے روانہ کر دیا' جب اس نے اسے ہتھکڑیوں سے جکڑا ہوا' ان سب اسیروں کے درمیان پایا جو یروشلم اور یہوداہ کے تھے' جن کو اسیر کر کے بابل کو لے جا رہے تھے۔ (یرمیاہ:۴۰' آیت:۱' پرانا عہد نامہ' ص ۷۵۶) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے O بادشاہ بہت غمگین ہوا' مگر اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب اس سے انکار نہ کرنا چاہا O پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے' اس نے قید خانہ میں جا کر اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ (مرقس' باب:۶' آیت:۲۹۔۲۶' نیا عہد نامہ' ص ۴۰) و۸۶ جو شخص ایک دین کو ترک کر کے دوسرے دین کو اختیار کر لے اس کو لغت میں صابئ کہتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۵۲) اسحاق نے کہا کہ صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۴) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: صابئین کے کئی فرقے ہیں' روم کے صابئ ستارہ پرست ہیں' ہند کے صابئ بت پرست ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صابئ بت پرست نہیں' یہ ستاروں کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ موحد ہیں اور ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۲۷۹) اغلب یہی ہے کہ صابئین کے کئی فرقے ہیں' امام ابوحنیفہ نے جس فرقے کے متعلق کہا ہے کہ ان کا ذبیحہ جائز نہیں' وہ حکماء اہل کتاب ہیں' تمام صابئین کے متعلق امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ نہیں ہے و۸۷ اس آیت میں ایک یہ اشکال ہے کہ جو ایمان لا چکے ہیں' ان کے متعلق یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ ان میں سے جو ایمان لائے' کیونکہ ایمان لائے ہوئے لوگوں کا پھر ایمان لانا تحصیل حاصل ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں: (۱) ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد یہ ہے کہ جو صرف زبان سے ایمان لائے' جیسے منافقین اور ''مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ'' سے مراد دل سے ایمان لائیں جیسے حضرات صحابہ کرام (۲) ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد یہ ہے کہ جو ماضی میں اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ''مَنْ اٰمَنَ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں برقرار اور ثابت قدم رہیں (بقیہ صفحہ ۹۷۶ پر)

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا

جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن حد سے تجاوز کیا تھا ف۹۳ پس ہم نے ان سے کہا: تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ ف۹۴ سو ہم نے

نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ

اس (واقعہ) کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا ف۹۵ اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت بنا دیا○ اور جب

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا

موسیٰ نے اپنی امت سے کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے

هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں○ ف۹۶ انہوں نے کہا: آپ

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ

ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ وہ (گائے) کیسی ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک وہ فرماتا ہے کہ بالتحقیق وہ

وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

گائے نہ بوڑھی ہے نہ بچھیا' ان کے درمیان متوسط عمر کی ہے سو تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاؤ○ انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ چمک دار زرد رنگ کی

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ

گائے ہے' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○ انہوں نے کہا: آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں یہ بیان کرے کہ اس کے

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ

اوصاف کیسے ہیں؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے○ ف۹۷ موسیٰ نے کہا:

ف۹۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ قوم حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانے میں ''ایلہ'' میں آباد تھی' یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا۔ اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینے میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں' ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھودے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں' ہفتہ کے دن ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور وہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیتے' جب کہ انہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع کیا گیا تھا تو انہوں نے اس کے لیے یہ حیلہ کیا اور دراصل حوضوں میں ہفتے کو مچھلیاں جمع کرنا ہی تو ان کا شکار کرنا تھا اور یہی ان کا حد سے تجاوز کرنا تھا' وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک نسل در نسل اس نافرمانی میں مشغول رہے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۳۷۲ ملخصاً) اس شہر میں رہنے والے ستر ہزار افراد تھے' ان کو منع کرنے والے بارہ ہزار افراد تھے۔ (تفسیر خازن ج۱ ص۶۰) ف۹۴ جن لوگوں نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا تھا' ان کی معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا' وہ زمین میں صرف تین دن زندہ رہے' انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا' نہ ان کی نسل چلی اور اللہ تعالیٰ نے بندروں' خنزیروں اور باقی تمام مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا تھا' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بندروں کی صورت میں مسخ کر دیا اور وہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (جامع البیان ج۱ ص۲۶۱) ف۹۵ یہاں پر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جن بنواسرائیل کو مسخ کیا گیا تھا ان کی نسل چلی ہے۔ (احکام القرآن ج۲ ص ۲۳۲) مگر صحیح یہ ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی' جیسا کہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا بندر اور خنزیر مسخ شدہ لوگ ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی نسل نہیں چلائی اور بندر اور خنزیر تو ان سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۳۸' مسند ابویعلیٰ ج۵ ص ۱۴۲) ف۹۶ بنواسرائیل میں ایک مال دار شخص تھا (اس کا نام عامیل تھا۔ (البحر المحیط ج۱ ص ۴۰۳)) اس کی اولاد نہ تھی' اس کا وارث اس کا ایک رشتہ دار تھا۔ (عطاء اور سدی نے کہا کہ وہ اس کا چچازاد بھائی تھا۔ (البحر المحیط ج۱ ص ۴۰۳)) اس نے اس مال دار شخص کو قتل کیا' تا کہ اس کا وارث ہو اور اس کی لاش لوگوں کے رستے میں ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہا: میرا رشتہ دار قتل کر دیا گیا' میرے نزدیک آپ کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہے جو اس کے قاتل کا نام بتا سکے' آپ نے لوگوں میں اس کا اعلان کیا کہ جس کو اس کے قاتل کا علم ہو وہ ہمارے پاس آ کر بیان کرے' جب کوئی شخص نہ آیا تو اس قاتل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ اللہ کے نبی ہیں' اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ ہمیں قاتل بتلا دے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ ایک گائے ذبح کریں' ان کو اس پر تعجب ہوا کہ گائے ذبح کرنے اور قاتل بتلانے میں کیا مناسبت ہے؟ اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ف۹۷ انہوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے معلوم کریں گائے کیسی ہو؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا' پھر کہا: اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ فرمائے اس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شوخ' زرد رنگ کی گائے ہو' جو دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہو' انہوں نے پھر کہا کہ معلوم کریں اس کی صفت کیسی ہو' یہ گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ہدایت پا جائیں گے۔

إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ج

بے شک اللہ فرماتا ہے: بالتحقیق وہ ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو' اور نہ وہ کھیتی میں پانی دیتی ہے'

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ط قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ط فَذَبَحُوهَا وَمَا

وہ صحیح سالم اور بے داغ ہے' وہ پکار اٹھے کہ اب آپ نے ٹھیک بات بتائی ہے' پھر انہوں نے ۹۸ اس گائے کو ذبح کیا ۹۹ اور وہ یہ

كَادُوا يَفْعَلُونَ (۷۱) ع وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ط وَاللَّهُ مُخْرِجٌ

کام کرنے والے نہ تھے ○ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا' پھر تم ایک دوسرے کو اس قتل میں ملوث کرنے لگے' اور اللہ

مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ (۷۲) ج فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ط كَذَٰلِكَ يُحْيِي

اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس کو تم چھپاتے تھے ○ سو ہم نے کہا: اس گائے کے ایک ٹکڑے کو اس مقتول پر مارو' ۱۰۰ اسی طرح اللہ تعالیٰ

اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۷۳) ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم

مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو ○ ۱۰۱ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے'

مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ط وَإِنَّ مِنَ

سو وہ پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں' بے شک بعض پتھروں سے

الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ط وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

دریا پھوٹ پڑتے ہیں' اور بے شک بعض پتھر پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکل

الْمَاءُ ط وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

آتا ہے' اور بے شک بعض پتھر اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں' ۱۰۲ اور اللہ تمہارے کاموں سے

عَمَّا تَعْمَلُونَ (۷۴) أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ

غافل نہیں ہے ○ (اے مسلمانو!) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے؟ ۱۰۳ حالانکہ ان کا ایک

ع ۸ / ۱۰ / ۸

ف۹۸ جب بنی اسرائیل نے گائے کی صفت پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا کہ وہ گائے محنت کے کام نہ کرتی ہو' نہ ہل چلاتی ہو' نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو اور وہ صحیح وسالم و بے داغ ہو' انہوں نے کہا: اب آپ نے پوری بات بتائی ہے' پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے والے نہ تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۶۸۔۲۶۷) ف۹۹ جس وقت ان لوگوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اگر یہ اسی وقت کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا' لیکن انہوں نے سوالات کر کے گائے میں قیودات لگوائیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی اور اگر یہ آخر میں ان شاء اللہ نہ کہتے تو یہ اس گائے کی طرف کبھی بھی ہدایت نہ پاتے' جس گائے کا انہوں نے تعین کیا تھا' وہ صرف ایک بوڑھی عورت کے پاس تھی' جس کے یتیم بچے تھے' جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ اس گائے کے علاوہ اور کسی گائے کو ذبح نہیں کریں گے تو اس نے اس گائے کی قیمت بہت بڑھا دی (ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے اس کے وزن سے دس گنا زیادہ سونا طلب کیا۔ (طبری ج۱ ص ۲۶۹)) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: وہ عورت بہت زیادہ قیمت طلب کر رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم نے خود اپنے اوپر سختی کی ہے' اب اس کی منہ مانگی قیمت دو' انہوں نے وہ قیمت ادا کر کے گائے کو خریدا اور اس کو ذبح کیا۔ (جامع البیان ج۱ ص ۲۶۸) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بلاچوں چراں ماننا چاہیے اور بے جا قسم کے سوالات سے گریز کرنا چاہیے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی چیز کی قیمت مقرر کرنے کا اختیار ہے ف۱۰۰ بنواسرائیل قاتل کو مخفی رکھنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک گائے ذبح کرو اور اس گائے کے کسی عضو کو اسی مقتول پر مارو' اس عضو میں مختلف اقوال ہیں' مثلاً: زبان' دُم' کان' ہڈی اور دل وغیرہ' جب گائے کے عضو کو مقتول پر مارا گیا تو اس کی رگوں سے خون بہنے لگا اور اس نے کہا: مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ف۱۰۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اسی طرح مردوں کو (قیامت کے دن) زندہ فرمائے گا' ہرچند کہ یہ آیت بنواسرائیل سے خطاب کے سلسلے میں ہے' لیکن اس میں ان لوگوں کو تعریض ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں مر کر اٹھنے کا انکار کرتے تھے ف۱۰۲ اس آیت میں اثر پذیری کے اعتبار سے پتھروں کی تین قسمیں بتائی ہیں' ایک قسم وہ ہے جس سے دریا پھوٹ پڑتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ اثر پذیری ہے' دوسری قسم میں اس سے کم اثر پذیری ہے جن سے پانی نکل آتا ہے اور سب سے کم اثر پذیری ان پتھروں میں ہے جو خوفِ خدا سے گر پڑتے ہیں۔ بنواسرائیل میں اتنی اثر پذیری بھی نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پتھروں میں بھی ادراک ہوتا ہے' جس کی وجہ سے ان میں خوفِ خدا ہوتا ہے۔ اس بات پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: ''يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ'' (سبا:۱۰) اے پہاڑو اور پرندو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے احد پہاڑ کے متعلق فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۰۱) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام عرض کرتا تھا' میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۲۴۵) اسی طرح ایک حدیثِ مبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے کسی راستے میں جا رہا تھا' آپ کے سامنے جو بھی پتھر یا درخت آتا وہ کہتا: ''السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ''۔ (جامع ترمذی ص ۵۲۲) اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ (مجمع الزوائد ج۸ ص ۲۹۹) ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں میں ادراک رکھا ہے ف۱۰۳ اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: (۱) یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو یہود کے حلیف تھے' وہ ان کے پڑوسی بھی تھے اور ان کے درمیان رضاعت بھی تھی' وہ چاہتے تھے کہ یہ یہودی مسلمان ہو جائیں (۲) نبی ﷺ اور مسلمان یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان کے زمانے میں جو یہودی ہیں وہ مسلمان ہو جائیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور ان کے پاس شریعت تھی' حضور ﷺ ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور ان کی وجہ سے دوسروں پر سختی کرتے تھے تاکہ وہ یہودی مسلمان ہو جائیں۔ (البحر المحیط ج۱ ص ۴۳۷)

مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ

فریق اللہ کا کلام سنتا تھا' ف۱۰۴ پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تبدیلی

هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ

کر دیتا تھا ○ ف۱۰۵ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب یہ ایک دوسرے کے

اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ

ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم ان (مسلمانوں) کو وہ (حق) باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں

بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تاکہ وہ ان باتوں کو تمہارے رب کے سامنے حجت بنائیں' کیا تم عقل نہیں رکھتے ○ کیا وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ

جس کو وہ چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیں ○ اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں' جو زبانی پڑھنے کے سوا (اللہ کی)

اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ

کتاب کا علم نہیں رکھتے اور وہ صرف ظن (گمان) کرتے ہیں ○ ف۱۰۶ پس عذاب ہے ف۱۰۷ ان لوگوں کے لیے جو اپنے

الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا

ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لیں'

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

سو ان کے لیے عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور جو کچھ انہوں نے کمایا اس کے سبب سے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ

ان کو عذاب ہوگا ○ ف۱۰۸ اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہرگز آگ نہیں چھوئے گی' ف۱۰۹ آپ کہیے:

ف۱۰۴ ابن زید نے کہا ہے کہ کلام اللہ سے مراد تورات ہے' بنواسرائیل اس میں تحریف کر کے اس کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے تھے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بیان کرتے تھے۔ جب ان کے پاس صاحبِ حق رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی منشاء کے مطابق مسئلہ بیان کرتے اور جب باطل پر قائم کوئی شخص ان کے پاس رشوت لے کر آتا تو کتاب سے اس کی مرضی کے مطابق حکم بیان کرتے اور جب کوئی رشوت لے کر نہ آتا تو کتاب سے صحیح حکم نکال کر بیان کر دیتے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۱) علامہ ابن جریر فرماتے ہیں: زیادہ صحت کے قریب یہ بات ہے کہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات مذکور تھیں (یہود) ان میں دانستہ تحریف کرتے تھے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲) ف۱۰۵ ابو العالیہ اور قتادہ نے بیان کیا کہ جب یہ (یہود) آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہماری کتاب میں جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ تم مسلمانوں کے سامنے کیوں بیان کرتے ہو (کیونکہ بعض یہود (منافق) مسلمانوں سے مل کر کہتے تھے کہ ہم تمہارے نبی پر ایمان لے آئے' کیونکہ ان کی صفات تورات میں موجود ہیں) وہ اس بیان کو تمہارے خلاف حجت بنالیں گے کہ جب یہ وہی آنے والے نبی ہیں تو تم ان پر (صحیح طرح) ایمان کیوں نہیں لائے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲) ف۱۰۶ اللہ تعالیٰ نے "امیین" فرمایا' اُمّی وہ شخص ہے جو لکھتا ہو نہ پڑھتا ہو یعنی جس طرح ماں کے پیٹ سے ناخواندہ پیدا ہوا تھا' اسی حالت پر ہو اور کسی سے علم حاصل نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کتاب کا علم نہیں رکھتے ماسوا "امانی" کے "امانی"' "امنیۃ" کی جمع ہے۔ "امنیۃ" کا معنی ہے: پڑھنا' یعنی یہ عام ان پڑھ لوگ صرف زبانی تورات کو پڑھ لیتے ہیں' اس کا معنی نہیں جانتے' جس طرح ہمارے برصغیر کے عام ناخواندہ لوگ قرآن مجید کی عبارت کو معنی سمجھے بغیر پڑھتے ہیں' اور اس کا دوسرا معنی ہے: تمنا اور آرزو یعنی ان کی صرف یہ تمنائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا اور ان کے گناہوں پر گرفت نہیں فرمائے گا' یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ سوائے ان جھوٹی اور من گھڑت باتوں کے کتاب کا علم نہیں رکھتے جو انہوں نے اپنے علماء سے سن لی ہیں اور ان کو بہ طور تقلید کے مانتے چلے آ رہے ہیں' لیکن یہاں "امنیۃ" کا معنی تمنا کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس کے بعد کی آیت کا بھی یہی تقاضا ہے ف۱۰۷ اصمعی نے کہا: "ویل" بُری چیز ہے اور اس کا استعمال حسرت کے موقع پر ہوتا ہے۔ (المفردات ص ۵۳۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "فویل لھم" کا معنی ہے: ان پر عذاب ہو۔ ابو عیاض نے کہا کہ "ویل" اس پیپ کو کہتے ہیں جو جہنم کی جڑ میں گرتی ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۹) ف۱۰۸ ابو العالیہ نے کہا کہ یہود سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں تحریف کرتے تھے اور دنیوی مال کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیئے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے' ان کو انہوں نے تورات سے مٹا دیا' نیز انہوں نے تورات سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مٹا دیا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۱۔۳۰۰) ف۱۰۹ یہودی کہتے تھے کہ ان کو صرف چند دن عذاب ہوگا اور ان چند دنوں کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم میں صرف قسم پوری کرنے کے لیے داخل کرے گا اور یہ چالیس دن کی مدت ہے' جس میں ہم نے بچھڑے کی پرستش کی تھی اور دوسرا قول یہ ہے: مجاہد نے بیان کیا کہ یہود کہتے تھے: دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار سال کے مقابلہ میں ایک سال عذاب دیا جائے گا یعنی کل سات سال عذاب دیا جائے گا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۳۔۳۰۲)

اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

آیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا جس کی اللہ ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ

جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟○ کیوں نہیں! جس نے بُرا کام کیا اور اس کی بُرائی نے اس کو (پوری طرح)

خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ

گھیر لیا وہ جہنمی ہیں' اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ ۱۱۰ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ جنتی ہیں' وہی اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ ۱۱۱

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ قف وَ

اور یاد کرو جب ہم نے بنو اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا

ماں باپ ۱۱۲ رشتہ داروں' ۱۱۳ یتیموں' ۱۱۴ اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنا ۱۱۵ اور لوگوں سے

لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

اچھی باتیں کرنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا' پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ تم

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

سب (اس عہد سے) منحرف ہوگئے اور تم (ہو ہی) منہ موڑنے والے ○ ۱۱۶ اور جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم ایک دوسرے کا

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

خون نہ بہانا' اور نہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالنا' پھر تم نے (اس کا) اقرار کیا' (اور اس عہد پر)

ف۱۱۱ معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مسلمان نے گناہ کبیرہ کیا اور بغیر توبہ کے مرگیا' وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' لیکن ان کا یہ استدلال دو وجہوں سے غلط ہے۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ''سیئۃ'' سے مراد کفر ہے اور ابووائل' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ ''سیئۃ'' (برائی) سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۰۵۔۳۰۴) اور جو شخص مشرک ہو' وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بُرائی اس کا احاطہ کر لے اور احاطہ اس وقت ہوگا' جب اس کے دل سے تصدیق بھی نکل جائے اور اس میں ایمان اور خیر مطلقاً نہ رہے اور ایسا شخص کافر ہے' وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اہل سنت مزید یہ کہتے ہیں کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان بغیر توبہ کے مرگیا تو اس کی بخشش ہوسکتی ہے اور ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء:۴۸) بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشے گا اور جو (گناہ) اس سے کم ہو اس کو جس کے لیے چاہے گا' بخش دے گا ف۱۱۱ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مسلمان نے اللہ تعالیٰ جلّ و علا کی ذاتِ اقدس کے ساتھ شرک نہیں کیا' خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو' توبہ کی ہو یا نہ کی ہو' اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بخش دے گا ف۱۱۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد یہ حکم دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر عوض کے بندے پر انعامات واحسانات کرتا ہے' اسی طرح ماں باپ بھی اولاد سے اپنے احسانات کا عوض نہیں طلب کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی ترغیب دلائی ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری: ۵۲۷' صحیح مسلم: ۸۵) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (سنن نسائی: ۳۱۰۴) ف۱۱۳ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے (تو اسے) چاہیے کہ وہ رشتے داروں سے تعلق جوڑے۔ (الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۲۴) ف۱۱۴ یتیم کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (بخاری: ۶۰۰۵' الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۴۸) ف۱۱۵ مساکین کے ساتھ حسن سلوک کی رسول اللہ ﷺ نے بھی ترغیب دی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: بیوہ اور مسکین کی پرورش کے لیے جدوجہد کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثل ہے جو اکتائے بغیر قیام کرے اور مسلسل روزے رکھے۔ (مسلم: ۲۹۸۳' الترہیب والترغیب ج ۳ ص ۳۵۱) ف۱۱۶ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرنا' نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا' ماں باپ' رشتہ داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا' یہ اس قسم کی عبادات ہیں جو ہر نبی کے دور میں مشترک رہی ہیں۔

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ

تم خود بھی گواہی دیتے ہو O ۱۱۷ پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اور تم اپنے ایک

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ؗ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ

فریق کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور تم ان کے خلاف گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو

يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ

اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ ان کو (گھروں سے) نکالنا (بھی تو) تم پر حرام کیا گیا تھا ۱۱۸

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ

کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ کا کفر کرتے ہو؟ سو تم میں سے جو

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ

لوگ یہ کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو گی کہ وہ دنیا کی زندگی میں رُسوا ہوں، اور قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾

وہ زیادہ شدید عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، ۱۱۹ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے O

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا، سو نہ ان سے

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

وَ قَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے، ۱۲۰ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلیلیں دیں، ۱۲۱

ع ۱۴ ۱۰

ف۱۱۷ اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالیں گے، نسل در نسل یہ عہد و میثاق مدینہ میں آباد یہودیوں میں منتقل ہوا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۱۴) ف۱۱۸ تورات میں بنو اسرائیل سے جو ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے اور گھروں سے نہ نکالنے کا عہد لیا گیا تھا وہ انہوں نے توڑ دیا، کیونکہ مدینہ منورہ میں اوس و خزرج مشرکوں کے دو قبیلے آباد تھے، جو کسی شریعت کے پیروکار نہ تھے، نہ کسی چیز کے حلال و حرام ہونے کے قائل تھے، یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ مدینہ میں رہنے والے یہود بھی ان کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئے۔ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوتی تو بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کا ساتھ دیتے تھے اور اس جنگ میں یہود ایک دوسرے کو قتل کرتے اور گھروں سے نکال دیتے اور جب جنگ ختم ہو جاتی تو بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو لوگ خزرج کی قید میں ہوتے ان کو بنو قینقاع فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور بنو قینقاع کے جو لوگ اوس کی قید میں ہوتے ان کو بنو قریظہ اور بنو نضیر فدیہ دے کر چھڑا دیتے اور جب ان سے کہا جاتا کہ تم فریق مخالف کے قیدیوں کو فدیہ دے کر کیوں چھڑا رہے ہو تو کہتے: ہمیں تورات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائیں، پھر ان سے کہا جاتا کہ تورات میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور گھروں سے نہ نکالو تو تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے کہ ہم اپنے حلیف سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرتے ہیں یعنی مشرکوں سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۱۴) ف۱۱۹ قرآن مجید کی یہ خبر اس طرح پوری ہوئی کہ بنو قریظہ تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بنو نضیر جلاوطن، یہ دنیاوی رسوائی ہوئی اور اخروی رسوائی اور عذاب سے بھی وہ بچ نہیں سکتے ہیں ف۱۲۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو رسول بھی مبعوث ہوا، وہ بنو اسرائیل کو تورات پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَقَفَّيْنَا“ یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول، ہم نے اسی منہاج اور شریعت پر بھیجا ف۱۲۱ عیسیٰ اور یسوع عبرانی زبان کے الفاظ ہیں، ان کا معنی ہے: سید یا برکت والا ”بینات“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں، مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی نابینا کو بینا کرنا، برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کرنا۔

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

اور ہم نے روح القدس (جبریل) سے ان کی تائید کی‘ تو کیا ہر بار (ایسا نہیں ہوا) کہ جب بھی رسول تمہارے پاس ایسا پیغام لے کر آیا جو

اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَ

تمہاری مرضی کا نہ تھا تو تم نے تکبر کیا‘ (رسولوں کے) ایک گروہ کی تم تکذیب کرتے تھے اور ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے O ف۱۲۲ اور (یہود نے)

قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

کہا: ہمارے دلوں پر غلاف ہیں‘ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے‘ سو ان میں سے بہت تھوڑے ایمان لاتے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ

ہیں O ف۱۲۳ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی جو اس آسمانی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور

كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعا کرتے تھے‘ ف۱۲۴ اور جب ان کے پاس وہ آ گئے

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ

جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا‘ سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو O ف۱۲۵ کیسی بُری چیز ہے وہ جس کے

اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ

معاوضہ میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا کفر کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے‘ اس پر سرکشی

فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ

کرتے ہوئے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (کتاب) نازل فرماتا ہے‘ وہ غضب در غضب میں آ گئے ف۱۲۶

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ

اور کافروں کے لیے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ

ف۱۲۲ بعض رسولوں کی یہود نے تکذیب کی‘ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض رسولوں کو انہوں نے قتل کر دیا‘ جیسے حضرت یحیٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام‘ اور ان آیات میں ہمارے نبی ﷺ کو یہ تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر بنو اسرائیل نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر ایمان نہیں لائے تو اس میں غم و افسوس کی بات نہیں‘ کیونکہ نبیوں سے عناد رکھنا اور ان کی تکذیب کرنا‘ ان کی سرشت اور عادت ہے ف۱۲۳ یہود کے اقوالِ قبیحہ میں سے ایک قول یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے نبی ﷺ سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں‘ اس لیے آپ کی بات ہمارے دلوں میں نہیں اترتی اور نہ ہم اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ بات نہیں ہے‘ تمہارے دلوں میں بھی غور و فکر کرنے اور حق بات قبول کرنے کی استعداد رکھی گئی تھی‘ لیکن تم نے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بغض و عناد رکھا‘ ان کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا‘ اس سبب سے بہ طور سزا اللہ تعالیٰ نے تم کو رحمت سے دور کر دیا اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں‘ بلکہ تم نے خود ایسے قبیح کام کیے جن کے نتیجے میں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور لعنت کے مستحق ہوئے‘ اسی وجہ سے یہود میں بہت کم ایمان لانے والے ہیں ف۱۲۴ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود‘ اوس و خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے‘ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے‘ اس کا انہوں نے انکار کر دیا‘ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ‘ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے‘ تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۲۵) اس آیت میں مقربین کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت ہے ف۱۲۵ حضرت سیدنا معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہما نے جب یہود کو یہ کہا کہ تم ہم سے نبی مبعوث کی جو صفات بیان کرتے تھے وہ آپ ﷺ میں موجود ہیں تو اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا کہ وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۲۵) ف۱۲۶ نبی ﷺ کے زمانے کے یہود آپ ﷺ پر اس لیے ایمان نہیں لاتے تھے کہ ان کو جو نذرانے ملتے تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے وہ بند ہو جائیں گی اور عام یہود پر جو علماء یہود کی ریاست تھی وہ ختم ہو جائے گی اور ان کی خواہش تھی کہ آنے والے نبی بنو اسرائیل میں سے ہوں‘ انہوں نے پہلے نبیوں کا بھی انکار کیا اور اب ہمارے نبی کو نہ مان کر نیا انکار کیا‘ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو ذلت کی زندگی دی اور آخرت میں ان کو ذلیل عذاب کا مستحق قرار دیا کہ انہوں نے محض سرکشی اور ذاتی خواہش کی اتباع کی وجہ سے نبی ﷺ پر ایمان نہ لا کر اپنے گزشتہ دعویٰ ایمانی کو بھی غلط ثابت کر دیا۔

اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ

جس کو اللہ نے نازل کیا تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے' اور اس کے ماسوا کا کفر کرتے ہیں' حالانکہ وہ

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ

حق ہے اور جو (اصل) کتاب ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے ۱۲۷ آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہوتو

قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ

اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے ○ ۱۲۸ اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ واضح دلائل لے کر آئے ۱۲۹ پھر

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظالم تھے ○ ۱۳۰ اور جب ہم نے

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

تم سے پختہ عہد لیا اور پہاڑ طور کو تم پر اٹھایا (اور فرمایا:) جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے لو اور سنو

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی' ۱۳۱ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا دیا گیا تھا'

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ

آپ کہیے: اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہوتو یہ کیسی بری چیز ہے جس کا تمہیں تمہارا ایمان حکم دیتا ہے ○ آپ کہیے کہ

كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

اگر دارِ آخرت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ

تو اگر تم سچے ہوتو موت کی تمنا کرو ○ ۱۳۲ اور جو اعمال وہ پہلے کر چکے ہیں ان کی وجہ سے وہ موت کی ہرگز

ف۱۲۷ جب مدینہ کے یہود سے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا ہے کہ قرآن حق ہے اور اس (اصل) تورات کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں تو جب تمہارا تورات پر ایمان ہے تو تم قرآن کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ وہ بھی تورات کی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمہاری کتاب کی مصدق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں پر ایمان لایا جائے ف۱۲۸ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسری حجت قائم فرمائی کہ اگر تم تورات پر ایمان لانے والے ہوتو تم انبیاء علیہم السلام کو قتل کیوں کرتے تھے؟ اس آیت میں نبی ﷺ کے زمانے کے یہودیوں کی طرف قتل کی نسبت کی گئی ہے' حالانکہ قتل ان سے پہلے کے یہودیوں نے کیا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے اس فعل پر راضی تھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور معصیت نہیں کہتے تھے اور نہ اس سے انہوں نے براءت کا اظہار کیا تھا ف۱۲۹ ان آیاتِ بینات سے مراد عصاءِ موسیٰ علیہ السلام' ید بیضاء' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی لکنت کو دور کرنا' بنو اسرائیل کے لیے سمندر کو چیرنا وغیرہ ہیں ف۱۳۰ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر جو نعمتیں نازل فرمائیں ان نعمتوں کا شکر کرنے کے بجائے انہوں نے بچھڑے کی پرستش کرنی شروع کر دی' اسی کو اللہ تعالیٰ نے ظلم قرار دیا' کیونکہ کسی مستحق شخص کا حق دوسرے کو دے دینا ظلم ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا حق دوسرے کو دیا جائے اور عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کی عبادت کی جائے تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے ف۱۳۱ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے تمام احکام اور تمام تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ آج ہم قرآن مجید پر ایمان لانے کے دعوے دار ہیں' لیکن قرآن مجید پر عمل نہیں کرتے تو جو بات یہود سے کہی گئی ہے' وہی ہم پر صادق آ رہی ہے۔ قرآن نے ہمیں نماز پڑھنے' روزے رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے' اور ہماری بھاری اکثریت اس پر عمل نہیں کرتی' قرآن نے ہمیں ناجائز طریقے سے مسلمانوں کا مال کھانے سے منع کیا اور ہم رشوت' اسمگلنگ' ملاوٹ' مصنوعی اشیاء' بلیک مارکیٹنگ' چور بازاری اور ڈاکوں سے دوسرے مسلمانوں کا مال کھا رہے ہیں' یہود کے متعلق بار بار فرمایا گیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب بالائے غضب ہے اور وہ جہاں بھی ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور آج یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور یہودیوں نے مسلمانوں کے علاقے چھین لیے اور بار بار مسلمان یہودیوں سے شکست کھا رہے ہیں تو سوچنا چاہیے کہ جو قوم اس لعنتی اور مغضوب قوم سے مسلسل شکست کھا رہی ہے وہ خود کس قدر اللہ تعالیٰ کے غضب میں ڈوبی ہوئی اور رحمت سے دور ہوگی ف۱۳۲ یہودی کہتے تھے کہ دارِ آخرت ہمارے لیے ہے اور ہم جنت میں جائیں گے' انہیں کہا گیا کہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہوتو موت کی تمنا کرو۔ ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات' جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کو جائز رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہوتو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہوتو مجھے وفات دے دے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۴۲) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے' کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹۲) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں میری موت واقع کر۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۵۴)

أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ

تمنا نہیں کریں گے' اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے○ ۱۳۳ اور آپ ضرور دیکھیں گے کہ وہ اور لوگوں سے

عَلَىٰ حَيَاةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ

اور مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے دلدادہ ہیں' ان میں سے ہر ایک شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش اس کی عمر

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

ہزار سال ہو' ۱۳۴ اور یہ عمر اسے دی جائے تو یہ اس کو عذاب سے دور کرنے والی نہیں ہے' اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کو

بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ

اللہ خوب دیکھنے والا ہے○ آپ کہیے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے)' پس بے شک اسی جبریل نے اللہ کے حکم سے

قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ

آپ کے دل پر (قرآن) نازل کیا' جو ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس (کے نزول) سے پہلے موجود ہیں' اور وہ مؤمنین

لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ

کے لیے ہدایت اور بشارت ہے○ ۱۳۵ جو شخص اللہ کا' اس کے فرشتوں کا' اس کے رسولوں کا اور جبریل

وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ

اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے○ ۱۳۶ اور بے شک (اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں

بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿٩٩﴾ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا

نازل کی ہیں' اور ان آیتوں کا صرف فاسق ہی انکار کرتے ہیں○ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں

نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ

تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے' بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے○ ۱۳۷ اور جب ان کے پاس اللہ کی

ف۱۳۳ اس آیت میں قرآن مجید کی حقانیت ہے' کیونکہ قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی کہ یہودی موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر یہودی سچے ہوتے تو وہ موت کی تمنا کرتے اور رسول اللہ ﷺ سے آکر کہتے: لو ہم نے موت کی تمنا کر لی' اور یوں قرآن جھوٹا ہو جاتا اور آپ کی نبوت باطل ہو جاتی' یہ بڑی نازک اور خطرناک پیش گوئی تھی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکتے اور کبھی نہیں کریں گے۔ ان کے لیے بڑا آسان تھا کہ آپ کے دعویٔ نبوت کو باطل کرنے کے لیے موت کی تمنا کر لیتے' لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور آپ کی نبوت کا صدق اور قرآن مجید کی حقانیت ظاہر ہو گئی' جھوٹا نبی کبھی ایسی پیش گوئی کہ جرأت نہیں کر سکتا جس کو باطل کرنا مخالف کے اختیار میں ہو اور اس کی تمنا کرنے پر موقوف ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحۂ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۴۷۔۳۴۶) ف۱۳۴ مشرکین جو مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین نہیں رکھتے' اصل میں ان کو دنیا میں لمبی عمر کی تمنا ہونی چاہیے' کیونکہ ان کے لیے جو کچھ ہے یہی دنیا ہے' لیکن یہ یہودی جو دنیا کے بعد آخرت اور جنت کے دعوے دار ہیں' ان مشرکوں سے بھی زیادہ لمبی عمر کی خواہش رکھتے تھے' حتیٰ کہ ان میں کوئی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا کرتا تھا اور موت کی تمنا کرنے کے بجائے لمبی زندگی کی خواہش کرنا' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دخولِ جنت کے متعلق ان کا دعویٰ جھوٹا ہے ف۱۳۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم آپ سے چار ایسی چیزوں کے متعلق سوال کریں گے جن کا جواب نبی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا' نبی ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو سوال کرو لیکن اس کی ضمانت دو کہ اگر تم ان جوابات کا صدق پہچان لو تو پھر تم اسلام قبول کر لو گے' انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ ان کا پہلا سوال تھا کہ نزولِ تورات سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے کون سے طعام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں تورات نازل کرنے والی ذات کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام شدید بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری نے طول پکڑ لیا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے صحت دے دی تو میں اپنا پسندیدہ طعام و مشروب اپنے اوپر حرام کر لوں گا اور ان کا پسندیدہ طعام اونٹ کا گوشت تھا (ابو جعفر طبری نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ان کا پسندیدہ مشروب اونٹنیوں کا دودھ تھا)' انہوں نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے سوال کیا کہ عورت کا پانی کیسا ہے اور مرد کا پانی کیسا ہے اور مذکر و مؤنث کیسے بنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تم کو معلوم ہے کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہوتا ہے' بچہ اسی (جنس) کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی مشابہت ہوتی ہے' انہوں نے کہا: ہاں' آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ ان کا تیسرا سوال تھا: اس نبی اُمی کی نیند کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی' کیا تم کو معلوم ہے' اس نبی اُمی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا' انہوں نے کہا: بہ خدا! ہاں' آپ نے فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا' پھر انہوں نے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ فرشتوں میں آپ کا دوست کون ہے؟ اس کے جواب پر آپ کے دین کو قبول کرنے اور نہ کرنے کا مدار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرا دوست ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے' اس لیے ہم آپ کی اتباع نہیں کرتے' اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۴۲۔۳۴۱) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ مبارکہ کو نازل فرمایا ف۱۳۶ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہوگا' وہ سب رسولوں کا دشمن ہوگا کیونکہ جبرئیل تمام رسولوں کا مؤید اور ولی ہے اور اس کا دشمن میکائیل کا دوست بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک فرشتے سے عداوت تمام فرشتوں سے عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے دشمنی رکھنا' اللہ تعالیٰ ہی سے دشمنی رکھنا ہے ف۱۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کیا عہد و میثاق لیے ہیں' ایک یہودی عالم مالک بن صیف نے کہا: خدا کی

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ

طرف سے وہ عظیم رسول آئے جو اس (آسمانی کتاب) کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ

نے اللہ کی کتاب (تورات) کو اس طرح اپنے پس پشت پھینک دیا گویا انہیں کچھ علم ہی

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

نہیں ہے ف۱۳۸ اور انہوں نے اس (جادو کے کفریہ کلمات) کی پیروی کی جس کو سلیمان کے دورِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' البتہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے ف۱۳۹ وہ لوگوں کو جادو (کے کفریہ کلمات)

السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۚ

سکھاتے تھے' ف۱۴۰ اور انہوں نے اس (جادو) کی پیروی کی جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا ف۱۴۱

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ

اور وہ (فرشتے) اس وقت تک کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہتے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تو تم کفر نہ کرو'

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۗ وَمَا هُمْ

وہ ان سے اس چیز کو سیکھتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے' اور اللہ کی

بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ

اجازت کے بغیر وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور وہ اس چیز کو سیکھتے جو ان کو

وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۗ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ

نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ کرے' اور بے شک وہ خوب جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خرید لیا اس کا آخرت میں کوئی

قسم! اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق ہم سے کوئی عہد و میثاق نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ جب بھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور ان کے اکثر ایمان نہیں لاتے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۱)

ف۱۳۸ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ دین کے عام اصولوں اور عقائد میں تورات کی تصدیق کرتے تھے' مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' قیامت' جزا و سزا' رسولوں کی تصدیق اور تقدیر پر ایمان وغیرہ تو وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور قرآن پر ایمان نہ لانا اس کو مستلزم ہے کہ ان کا تورات پر مکمل ایمان نہیں' کیونکہ تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا ان کو حکم تھا جو انہوں نے پورا نہ کیا۔ انہوں نے مکمل تورات کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ تورات کے صرف اس حصہ کو ترک کیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بشارات تھیں اور وہ کسی دوسرے پر صادق بھی نہیں آتی تھیں تو گویا اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا

ف۱۳۹ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دورِ حکومت میں شیاطین آسمان پر گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور فرشتوں کا کلام کان لگا کر سنتے کہ زمین میں کون کب مرے گا' بارش کب ہو گی اور اس قسم کی دیگر باتیں' پھر آ کر کاہنوں کو وہ باتیں بتاتے' کاہن لوگوں کو بتاتے اور وہ باتیں اسی طرح واقع ہو جاتیں' ان کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر لوگوں نے وہ باتیں کتابوں میں لکھ لیں اور بنو اسرائیل میں یہ مشہور ہو گیا کہ جنات کو غیب کا علم ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو تلاش کروا کر منگوایا اور ایک صندوق میں رکھ کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیا اور شیاطین میں سے جو بھی ان کی کرسی کے قریب جاتا وہ جل جاتا' پھر آپ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کے متعلق بھی میں نے سنا کہ وہ کہتا ہے: شیاطین غیب جانتے ہیں' میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ علماء بھی گزر گئے جن کو یہ واقعہ معلوم تھا اور پشت ہا پشت گزر گئیں تو ایک دن شیطان انسان کی صورت میں بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس گیا اور کہا کہ میں تم کو ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ دکھاتا ہوں' اس نے کہا: اس کرسی کے نیچے زمین کھودو' انہوں نے کھودا تو وہ کتابیں نکل آئیں' شیطان نے کہا: سلیمان اس جادو کی وجہ سے انسانوں' جنوں اور پرندوں پر حکومت کرتے تھے' پھر بنو اسرائیل میں نسل در نسل یہ مشہور ہو گیا کہ سلیمان جادوگر تھے' حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیمان علیہ السلام کا ذکر انبیاء میں کیا تو بنو اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ سلیمان تو جادوگر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۵۳)

ف۱۴۰ لغت میں جس چیز کا ماخذ لطیف اور دقیق ہو وہ سحر ہے۔ (قاموس ج ۲ ص ۶۶' الصحاح ج ۲ ص ۶۷۹) اور شریعت میں جس کام کو انسان خود نہ کر سکے اور وہ شیطان کی مدد اور اس کے تقرب کے بغیر پورا نہ ہو اور اس کام کے لیے شیطان کے شر اور خبث نفس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو' اس کو سحر کہتے ہیں۔ (انوار التنزیل (درسی) ص ۹۵) جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور مسلمان پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸' صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴) سحر کی حقیقت ہے اور جسم کو تکلیف پہنچانے میں اس کی تاثیر ہے' جادو کو سکھانا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی اباحت کا اعتقاد کفر ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۲۳۲) امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جس شخص کا سحر کرنا اس کے اقرار یا گواہی سے ثابت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' اس میں مسلمان' ذمی آزاد' غلام سب برابر ہیں' ساحر سے مراد وہ شخص نہیں جو معوذات سے جادو کو دور کرتا ہو نہ طلسم کرنے والا مراد ہے (شعبدہ باز)۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۰)

ف۱۴۱ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں' ان کے متعلق علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتائیں اور لوگوں پر یہ واضح کریں کہ لوگ جو سحر کے نام سے مختلف حیلوں سے اور شعبدوں سے عجیب و غریب کام کرتے ہیں وہ سحر نہیں ہے' وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے اور اس پر عمل کرنے سے روکتے تھے' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے سحر کو نازل کیا' جس نے سحر سیکھ کر اس پر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے سحر کو نہیں سکھایا

خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

حصہ نہیں' اور کیسی بُری چیز ہے وہ جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے' کاش! یہ جان لیتےO ۲ ۱۴۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا

اور اگر یہ ایمان لے آتے اور متقی بنتے تو اللہ کے پاس سے ثواب بہت بہتر ہے' کاش یہ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا

جان لیتےO ۱۴۳ اے ایمان والو! (اپنے رسول سے) راعنا نہ کہو انظرنا کہو ۱۴۴ اور ابتداءً (غور سے)

وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

سنا کرو' اور کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہےO کافروں میں سے اہل کتاب اور مشرکین یہ

اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

نہیں پسند کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر (وحی) نازل

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

کی جائے' اور اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے' اور اللہ بڑے فضل

الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ

والا ہےO جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا جس آیت کو ہم ذہنوں سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل

مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

آیت لے آتے ہیں' ۱۴۵ (اے مخاطب!) کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہےO (اے مخاطب!) کیا تو نہیں

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کے لیے ہے' (اے مسلمانو!) اللہ کے سوا تمہارا

جادو کی حقیقت کو جاننے اور اس کے ضرر سے بچنے کے لیے اس کو سیکھا اور اس پر عمل نہیں کیا وہ اپنے ایمان پر سلامت رہا۔ جادو کے حرام اور گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود اس کا نزول اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر ہر چیز کا خالق ہے۔ زہر کھانا' کھلانا حرام ہے' کتے اور خنزیر کا کھانا حرام ہے' شراب پینا حرام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں اور کاموں کو پیدا کیا ہے اور انسان کو ان تمام چیزوں کے ترک کرنے اور ان سے باز رہنے کا حکم دیا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ابتلاء اور آزمائش کے لیے فرشتوں کو جادو کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ بعض روایات میں ان کے متعلق یہ مذکور ہے کہ انہوں نے زمین پر آ کر گناہ کیا۔ یہ روایات قرآن مجید کی کئی آیات کے خلاف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَO'' (التحریم: ٦٦) وہ (فرشتے) اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم کیا جاتا ہےO ''بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَO لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَO'' (الانبیاء: ٢٧-٢٦) بلکہ (سب فرشتے) مکرم بندے ہیںO (اس کی اجازت) سے پہلے بات نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر کاربند رہتے ہیںO ۱۴۲ انہیں جادو کی بُرائی کا علم تھا لیکن چونکہ وہ علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے تھے اور جادو کرتے تھے' اس لیے ان کے علم کو عدم علم کے قائم مقام کر کے فرمایا: کاش! وہ جان لیتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو عالم علم کے مطابق عمل نہ کرے وہ بہ منزلہ جاہل ہے ۱۴۳ ایک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے اور ایک مرضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا' یہودیوں کا ایمان لانا اور ان کا جادو نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی' اس کی مشیت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کفر اور بدعملی پر راضی نہیں لیکن دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے' اس کی مشیت سے ہوتا ہے۔ ''کاش وہ جان لیتے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جادو کرنا اور علم کے خلاف عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تھا ۱۴۴ مسلمانوں کو جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں آپ ﷺ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو وہ اس موقع پر ''راعنا'' (ہماری رعایت فرمائیے) کہتے تھے' یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لیے تھا۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کہنے لگے کہ پہلے ہم ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اور اب لوگوں میں برسر مجلس ان کو بددعا دینے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے ''راعنا'' کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ کو یہود کی لغت کا علم تھا' انہوں نے جب یہ لفظ سنا تو انہوں نے کہا: تم پر اللہ کی لعنت ہو' اگر میں نے آئندہ تم کو نبی ﷺ سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' یہود (منافقین) نے کہا: کیا تم لوگ یہ لفظ نہیں کہتے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تا کہ (یہود) منافقین کو یہ موقع نہ مل سکے کہ وہ صحیح لفظ کو غلط معنی میں استعمال کریں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٢ ص ٥٧) اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی بُرائی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی بُرائی کے سدباب کے لیے اس صحیح کام کو ترک کر دیا جائے گا' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو' وہ زبان پر لانا ممنوع ہے ۱۴۵ نسخ کا معنی ہے: کسی چیز کو زائل اور مغیر کرنا' کسی چیز کو باطل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کرنا۔ (قاموس ج ١ ص ٥٣٣) اور ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم کی دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا۔ (تفسیر کبیر ج ١ ص ٥٣٣) یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے' ان کے خلاف نسخ پر حجت یہ ہے کہ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے تمام جانور حلال کر دیئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل پر بہت سے جانور حرام کر دیئے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بہن کا بھائی سے نکاح کر دیتے تھے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اس کو حرام کر دیا گیا۔ (تفسیر کبیر ج ١ ص ٤٣٤-٤٣٣) ہمارے نزدیک قرآن مجید کی بارہ آیتوں کا حکم منسوخ ہے اور ان کے علاوہ وہ آیتیں ہیں جن میں نبوت کے ابتدائی دور میں کفار کی زیادتیوں کے مقابلہ میں صبر وضبط سے کام لینے کا حکم دیا تھا' پھر آیت سیف نازل ہونے کے بعد ان کا حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ سیوطی نے لکھا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ
كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ
مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ
بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ
اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

کوئی دوست اور مددگار نہیں ہےO ۱۴۶ کیا تم (بھی) اپنے رسول سے ایسے (لایعنی) سوال کرنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے‘ اور جس نے ایمان کو کفر سے بدلا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیاO ۱۴۷ بہت سے اہل کتاب نے ان پر حق واضح ہو جانے کے باوجود اپنے حسد ۱۴۸ کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں ۱۴۹ سو تم (ان کو) معاف کرو اور درگزر کرو ۱۵۰ حتیٰ کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم صادر فرمائے‘ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہےO اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو‘ اور جو نیک کام تم اپنے لیے پہلے بھیجو گے‘ اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے ۱۵۱ بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہےO اور اہل کتاب نے کہا: جنت میں صرف یہودی یا عیسائی جائیں گے‘ یہ ان کی (باطل) تمنائیں ہیں‘ ۱۵۲ آپ کہیے: اگر تم

ہے کہ قرآن مجید کی بیس آیتوں کا حکم منسوخ ہے۔ (الاتقان ج ۲ ص ۲۲) اور بعض علماء نے بائیس آیات لکھی ہیں‘ لیکن ہم نے باقی دس آیتوں میں غور کیا تو ان میں ایسا تعارض نہیں کہ ان کو جمع کرنا اور ان میں تطبیق دینا ممکن نہ ہو ف۱۴۶ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسخ پر دلیل قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک اور حاکم ہے اور جو مالک اور حاکم ہو وہ اپنے محکوم اور مملوک لوگوں کی مصلحتوں اور ان کے احوال کی رعایتوں سے واقف ہوتا ہے‘ اس لیے وہ ان کی رعایتوں اور مصلحتوں کے اعتبار سے احکام بدلتا رہتا ہے‘ کبھی ایک مصلحت کے اعتبار سے ایک حکم نافذ کرتا ہے اور مصلحت کے پورا ہونے کے بعد اس حکم کو منسوخ کر کے دوسرے حال کے اعتبار سے دوسرا حکم نازل کرتا ہے‘ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی مملوک میں جو حکم چاہے نازل کرے‘ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے ف۱۴۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رافع بن حریملہ اور وہب بن زید (یہودیوں) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہمارے پاس ایسی کتاب لے کر آئیں جو آسمان سے نازل ہو اور ہم اس کو پڑھیں اور ہمارے لیے دریا جاری کر دیں‘ پھر ہم آپ کی اتباع اور تصدیق کریں گے‘ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۸۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے بلاضرورت

الثلث

سوال کرنا ممنوع ہے ف۱۴۸ جب مسلمان جنگ احد میں شکست کھا گئے تو فنحاص بن عازا اور زید بن قیس اور کچھ یہودی‘ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر کے پاس گئے اور کہا: تم نے دیکھا تم پر کیسی مصیبت آئی ہے‘ اگر تم حق پر ہوتے تو تم پر یہ مصیبت نہ آتی‘ اب تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ‘ وہ تمہارے لیے بہتر اور افضل ہے اور ہمارا دین سیدھا راستہ ہے۔ حضرت عمار نے پوچھا: تمہارے ہاں عہد شکنی کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: وہ بہت بڑا گناہ ہے‘ آپ نے فرمایا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ میں تاحیات سیدنا محمد ﷺ سے کفر نہیں کروں گا‘ یہود نے کہا: وہ اپنا آبائی دین ترک کر چکے ہیں‘ حضرت حذیفہ نے کہا کہ میں اس پر راضی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب‘ اسلام میرا دین‘ قرآن میرا امام‘ کعبہ میرا قبلہ ہے اور سب مسلمان بھائی ہیں‘ پھر ان دونوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا‘ آپ نے فرمایا: تم نے درست کہا اور تم کامیاب ہو گئے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۰) ف۱۴۹ جس مستحق شخص کے پاس نعمت ہو اس سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو حسد کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۱۸) نبی ﷺ نے فرمایا کہ حسد سے بچو‘ کیونکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں اور گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۶‘ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰) ف۱۵۰ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا‘ یہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا‘ اس مجلس میں مسلمانوں‘ مشرکوں‘ بت پرستوں اور یہودیوں کے بہت سے لوگ تھے‘ مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے‘ جب اس مجلس کو آپ کی سواری کے گرد و غبار نے ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی‘ پھر کہا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ‘ رسول اللہ ﷺ نے وہاں سلام کر کے توقف کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور ان پر قرآن پڑھا‘ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے شخص! اس کلام سے اچھی کوئی چیز نہیں ہے‘ اگر یہ حق ہے تو تم ہمیں ہماری مجلس میں ایذاء نہ دو اور اپنی سواری پر واپس چلے جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کو سناؤ‘ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں‘ ہم اس کو پسند کرتے ہیں‘ پھر مسلمان‘ مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا کہنے لگے‘ حتیٰ کہ وہ لڑنے کے قریب ہو گئے‘ آپ ﷺ ان کو ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے‘ پھر نبی ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا‘ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کو معاف کر دیجیے اور اس سے درگزر کیجیے‘ اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اور وہ حق ہے! آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو لوگ جو سرداری کا تاج پہنا رہے تھے وہ نہیں پہنایا گیا‘ وہ اسی وجہ سے غضب ناک ہو گیا‘ پھر آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵۶-۶۵۵‘ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰-۱۰۹) ف۱۵۱ حدیث میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: اس نے کیا چھوڑا؟ اور فرشتے کہتے ہیں: (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

سچے ہو تو دلیل پیش کرو O ۱۵۳ کیوں نہیں! جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ۱۵۴ اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نیکی کرنے والا بھی ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے، اور (آخرت میں) ان کو نہ خوف ہو گا اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّ

غمگین ہوں گے O اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں اور

قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ

نصاریٰ نے کہا کہ یہود کا دین کچھ نہیں، حالانکہ وہ (دونوں آسمانی) کتاب

الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ

پڑھتے ہیں، ۱۵۴ اسی طرح بے علم لوگ (مشرکین) ان کی مثل باتیں کرتے ہیں، ۱۵۵ سو اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ

قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے O ۱۵۶ اور

مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرے

وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ

اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے، یہ لوگ بغیر خوف کے مسجدوں میں داخل ہونے کے

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

لائق نہیں، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا

ف۱۵۳ تمام اعضاء میں سے صرف چہرے کو اس لیے خاص کیا گیا کہ وہ اشرف الاعضاء ہے اور حواس، فکر اور تخیل کا معدن ہے، جب چہرہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھک جائے گا تو باقی جسم بہ طریق اولیٰ جھک جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چہرہ سے ذات کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" (القصص:۸۸) اللہ تعالیٰ کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں افضل رکن سجدہ ہے اور وہ چہرہ زمین پر رکھنے سے ادا ہوتا ہے، اس لیے انسان کو چہرے سے تعبیر فرمایا ف۱۵۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نجران کے عیسائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہود آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان سے بحث کرنا شروع کر دی، رافع بن حریملہ یہودی نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا انکار کیا اور انجیل کا کفر کیا اور نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص نے کہا: تمہارا دین کچھ نہیں اور حضرت موسیٰ کا انکار کیا اور تورات کا کفر کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۹۵۔ ۳۹۴) ف۱۵۵ اس آیت میں جن بے علم لوگوں کا ذکر ہے، ان کے متعلق عطاء نے کہا کہ یہ تورات اور انجیل کے نزول سے پہلے کے لوگ ہیں اور بعض نے کہا: اس سے مراد مشرکین عرب ہیں، چونکہ یہ اہل کتاب نہیں تھے اس لیے ان کو جاہل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلاف میں اپنا فیصلہ سنائے گا اور حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا، اہل حق ثواب پائیں گے اور اہل باطل کو عذاب ہوگا۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۹۶) ف۱۵۶ یہود و نصاریٰ کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور ہر فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح نصاریٰ اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، ایک روایت میں ہے کہ یہ سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک ملت کے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (جامع ترمذی ص ۳۷۹۔ ۳۷۸، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۵) اس حدیث شریف میں ہے کہ ایک ملت کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ اس کی تشریح میں حضرت اقدس علامہ سعیدی مدظلہ العالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ جن مسائلِ اعتقادیہ میں مختلف فرقوں کو شبہات واقع ہوئے اور انہوں نے دلائل سے اپنی رائے کو حق سمجھا اور ان شبہات کو دور کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ ان تک نہیں پہنچ سکے، وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں یا جن لوگوں تک وہ دلائل پہنچ گئے لیکن ان کا شرح صدر نہیں ہو سکا اور ہنوز ان کے شبہات باقی رہے، وہ معذور ہیں، لیکن جن لوگوں پر حجت تمام ہو گئی اور وہ محض کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے اپنے باطل مؤقف پر ڈٹے رہے تو ان کا مؤقف اگر کسی کفر کو مستلزم ہے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور اگر ان کا مؤقف کسی گمراہی کو مستلزم ہے تو وہ دوزخ میں دخول کے مستحق ہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے اور جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں صریح کفریہ عبارات لکھیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عبارات پر مطلع ہو گئے اور ان پر وجہ کفر منکشف ہو گئی، لیکن وہ مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی سے ان عبارات کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی کافر ہیں، لیکن جو لوگ ان عبارات پر مطلع نہیں ہیں یا ان پر وجہ کفر منکشف نہیں ہوئی ہے اس لیے وہ تکفیر نہیں کرتے، مگر مرزائی فرقہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان کے کفر میں شک ہی کر لے تو خود کافر جب کہ ان کے خبث اقوال پر مطلع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۵۳)

عَظِيمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ

عذاب ہے○ ۱۵۷ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' تم جہاں کہیں بھی منہ کرو گے وہیں اللہ کی طرف منہ

اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ

کرو گے' بے شک اللہ بڑی وسعت والا' بہت علم والا ہے○ ۱۵۸ اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے'

بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قٰنِتُونَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيعُ

بلکہ تمام آسمان اور زمینیں اسی کی ملکیت میں ہیں' سب اسی کے مطیع ہیں○ ۱۵۹ (وہ) آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ

اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے ۱۶۰ اور جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صرف یہ فرماتا ہے:

فَيَكُونُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَا

"ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے○ اور جاہلوں (مشرکوں) نے کہا: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی

اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ

کیوں نہیں آتی؟ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح ان کے قول کی مثل کہا تھا' ان کے دل ایک دوسرے

قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ

کے مشابہ ہو گئے ہیں ۱۶۱ بے شک یقین کرنے والے لوگوں کے لیے ہم نے نشانیاں بیان فرما دی ہیں○ ۱۶۲ بے شک ہم نے آپ کو حق

بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ

کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے' اور جہنمیوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا○ ۱۶۳ اور

تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ

یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں' ۱۶۴ آپ کہیے کہ

ف۱۵۷ مجاہد نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو بیت المقدس میں گندگی پھینکتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دشمن نصاریٰ ہیں' جنہوں نے یہود کے بغض کی وجہ سے بخت نصر بابلی مجوسی کی بیت المقدس کو ویران کرنے میں مدد کی۔ وہ اس میں گندگی اور مردار ڈال دیتا تھا اور بنو اسرائیل کے مؤمنوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کرتا تھا اور یہودیوں کے بغض کی وجہ سے نصاریٰ اس کے شریک تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص۳۹۸۔۳۹۶' ملخصاً) اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ مسجدوں میں جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔ مسجد میں فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کے مسنون ہونے پر یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز میں ذکر کرنا نبی ﷺ کے عہد میں معروف تھا۔ (اور) جب اللہ اکبر کی آواز آتی تو میں جان لیتا کہ نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (صحیح البخاری ج۱ ص۱۱۶) ذکر بالجہر کی تفصیل کے لیے حضرت محدث و مفسر کی کتاب ذکر بالجہر کا مطالعہ فرمائیں ف۱۵۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' یہود اس سے بہت خوش ہوئے۔ آپ سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے' جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود نے یہ اعتراض کیا کہ ان کو ان کے پہلے قبلہ کی طرف سے کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج۱ ص۴۰۰۔۳۹۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں جس طرف سواری کا منہ ہوتا اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے تھے۔ (جامع البیان ج۱ ص۴۰۰) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سفر میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے' خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور فرض نماز سواری پر بلا عذر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر عذر ہو تو پھر جائز ہے۔ علامہ قاضی خان اوزجندی لکھتے ہیں کہ بغیر عذر کے سواری پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اعذار یہ ہیں: چوپایہ (سواری) سے اترنے میں اپنی جان یا چوپایہ کی جان کا درندہ سے یا چور سے خطرہ ہو' یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے' ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) "اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو" (البقرہ:۲۳۹) اور سواری سے اترنے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے' جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس وقت چل رہا ہو۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج۱ ص۱۷۰) اسی طرح جب کوئی تیز رفتار ایکسپریس ٹرین نماز کے پورے وقت میں کسی جگہ پر نہ رُکے تو چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ فرض ہے کیونکہ قرآن مجید (البقرہ:۲۳۹) سے واضح ہو گیا کہ اگر جان جانے کا خطرہ ہو تو سواری پر نماز پڑھی جا سکتی ہے اور چلتی ٹرین سے نیچے اتر کر نماز پڑھنے میں یقیناً جان کا خطرہ ہے ف۱۵۹ یہود و نصاریٰ اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے اور اولاد ماں باپ کی ملکیت نہیں ہوتی' نیز اولاد باپ کی مثل اور اس کی جنس سے ہوتی ہے' اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو وہ بھی اللہ کی طرح واجب' قدیم اور الٰہ ہوتی' جبکہ متعدد واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے' نہ متعدد اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی مملوک اور اس کی مطیع ہے اور واجب' قدیم اور الٰہ کسی کا مملوک اور مطیع نہیں ہو سکتا ف۱۶۰ اللہ تعالیٰ نے "بدیع" فرمایا ہے' یہ لفظ "ب د ع" سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی صنعت کو کسی کی اقتداء اور پیروی کے بغیر بنانا (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کو بغیر مثال اور نمونے کے بنانا) اور جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہو تو اس کا معنی ہے: کسی چیز کو بغیر آلہ' بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے بنانا اور مذہب میں بدعت کا معنی ہے: کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے قائل اور فاعل نے صاحبِ شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ ہی اس کو سابقہ شرعی مثالوں اور شرعی قاعدوں سے مستنبط کیا ہو۔ (المفردات ص۳۹) یہ تو بدعت کی لغوی اور شرعی تعریف تھی' پھر بدعت کی علماء نے پانچ اقسام بیان کی ہیں: (۱) بدعتِ واجبہ جیسے علم النحو کا پڑھنا' جس پر قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے (۲) بدعتِ محرمہ' جیسے قدریہ' جبریہ' مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (اسی طرح شیعہ' وہابیہ اور منکرینِ حدیث کے نظریات) (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ
اللہ کی (دی ہوئی) ہدایت ہی (حقیقت میں) ہدایت ہے' (اور اے مخاطب!) جب کہ تیرے پاس علم آچکا ہے اس کے بعد (بھی)

الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۞
تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی' تو تجھے اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار O ١٦٥

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ
جن لوگوں کو ١٦٦ ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' وہی اس پر ایمان

بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞۱۲۱ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
رکھتے ہیں' اور جو اس کا کفر کرتے ہیں سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں O اے بنو اسرائیل!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی
میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں' اور بے شک میں نے تم کو (تمہارے زمانہ میں) تمام جہانوں

الْعٰلَمِیْنَ ۞۱۲۲ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ
پر فضیلت دی ہے O اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کوئی بدلہ نہیں دے سکے گا' اور نہ کسی شخص سے

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۞۱۲۳ وَاِذِ ابْتَلٰۤی
کوئی فدیہ (تاوان) قبول کیا جائے گا اور نہ کسی شخص کو (بلا اذن) کسی کی شفاعت نفع دے گی' اور نہ ان کی مدد کی جائے گی O ١٦٧ اور جب کئی

اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ
باتوں میں ابراہیم کی ان کے رب نے آزمائش کی تو انہوں نے ان (سب) کو پورا کر دیا' ١٦٨ اللہ نے فرمایا: بے شک میں تم کو (تمام)

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۞۱۲۴ وَاِذْ
لوگوں کا امام بنانے والا ہوں' ١٦٩ (ابراہیم نے) کہا: اور میری اولاد سے بھی' اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا O ١٧٠ اور

وقف منزل

١٦٥ اس آیت میں مسلمانوں سے تعریضاً خطاب ہے' تعریض اس کو کہتے ہیں کہ صراحۃً اور بہ ظاہر کسی سے خطاب ہو اور حقیقۃً دوسروں سے خطاب ہو' اسی طرح اس آیت میں بھی بہ ظاہر صراحۃً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور تعریض عام مسلمانوں سے ہے' یعنی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی اتباع کرنا محال ہے' پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ وعید سنائی تو عام مسلمانوں کی طرف یہ وعید بہ طریقۂ اولیٰ متوجہ ہے

ع ١٤ ٩ ١٤

١٦٦ یہاں لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے' کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو کتاب کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کرنے کا حق ہے' اس آیت میں کتاب کی تلاوت کرنے کی تعریف کی ہے اور اس پر برانگیختہ کیا ہے اور یہ صفت صرف قرآن مجید کی ہے' تورات و انجیل کی نہیں ہے' کیونکہ ان کی تلاوت اب جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اگر اب حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری اتباع کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴) قرآن مجید کی تلاوت کا حق یہ ہے: (۱) تلاوت کرتے ہوئے اس کے معانی میں غور و فکر کرنا (۲) اگر جنت یا رحمت سے متعلق آیت پڑھے تو ان کو طلب کرے' عذاب کی آیت پڑھے تو اس سے پناہ مانگے' نیک لوگوں کی صفات پڑھے تو ان کو اپنانے کی دعا کرے' بُرے لوگوں کا ذکر پڑھے تو ایسے اعمال سے محفوظ رہنے کی دعا کرے' احکام کی آیات پڑھے تو ان پر عمل کرنے کی توفیق طلب کرے (۳) قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس کے تقاضوں پر عمل کرے (۴) قرآن مجید کو خشوع اور خضوع سے پڑھے آیاتِ غضب کو پڑھ کر اس پر خوف طاری ہو اور اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں' اپنے گناہوں پر اشکِ ندامت بہائے (۵) قرآن مجید کی محکم آیات پر عمل کرے متشابہات پر ایمان لائے اور ان کے معنی اور مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے ١٦٧ ان دونوں آیتوں کی تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۴۸۔۴۷ میں گزر چکی ہے ١٦٨ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیس کلمات سے آزمائش کی گئی' جن میں سے دس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت نمبر: ۱۱۲ میں اور دس کا ذکر سورۃ الاحزاب آیت نمبر: ۳۵ میں اور دس کا ذکر سورۃ مؤمنون آیت نمبر: ۱ تا ۹' میں ہے اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس کلمات سے آزمائش کی گئی' پانچ کا تعلق سر کی طہارت سے اور پانچ کا تعلق باقی جسم کی طہارت سے ہے' ان دس کلمات کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (سنت ہیں:) مونچھیں کم کرنا' ڈاڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' بغل کے بال نوچنا' زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا' استنجاء کرنا۔ راوی نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا' البتہ وہ کلی کرنا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹) ١٦٩ امام اس کو کہتے ہیں: جس کی اقتداء کی جائے خواہ وہ انسان ہو جس کے قول اور فعل کی اتباع کی جائے یا کتاب ہو جس میں مذکور احکام کی اطاعت کی جائے اور خواہ وہ امام حق ہو یا باطل' قرآن مجید میں ہے: ''یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ'' (بنو اسرائیل: ۷۱) جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ اس آیت میں امام سے مراد وہ شخص ہے جس کی اقتداء کی گئی' خواہ وہ حق ہو یا باطل' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب ہے' نیز قرآن مجید میں ہے: ''وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ O'' (یٰسین: ۱۲) اور ہم نے ایک روشن کتاب میں ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے O اس آیت میں امام سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ (المفردات ص ۲۴) امام (خلیفہ) کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو' نیک ہو' قادر ہو' صاحبِ رائے ہو اور بہادر ہو تا کہ قصاص لینے میں' حدود قائم کرنے میں' میدانِ جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے' کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے' خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا تم پر ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار اور گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳' مسامرہ ص ۲۹۲' المسائرہ مع المسامرہ ج ۱ ص ۲۹۲۔۲۸۶) فاسق کی امامتِ نماز کے بارے میں (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

(یاد کیجیے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد ف۱۷۱ اور امن کی جگہ بنا دیا' ف۱۷۲ اور مقام ابراہیم کو

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا

نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو' ف۱۷۳ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکیداً فرمایا کہ میرے گھر کو طواف

بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ

کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو ○ اور (یاد کرو) جب

اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے' ف۱۷۴ اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

اور یوم آخر پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما' فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ

کو بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا' پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا' اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ○ ف۱۷۵ اور (یاد کیجیے)

اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ

جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے' ف۱۷۶ (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے:) اے ہمارے رب! ہم سے

مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

قبول فرما' بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب! اور ہمیں خاص اپنی فرمانبرداری پر برقرار رکھ'

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرمانبردار کر' ف۱۷۷ اور ہمیں حج کی عبادات بتا ف۱۷۸ اور

ف۱۷۱ "مثابة" کا معنی ہے: لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس جاتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یا جانا چاہتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اجر و ثواب کی جگہ' کیونکہ عبادت پر جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے کہیں اور نہیں ملتا ف۱۷۲ "امنا" کا معنی ہے: امن کی جگہ' ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے' لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی' اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ حرم سے باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۷۸) اور امام ابوحنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا" (آل عمران: ۹۷) اور جو حرم میں داخل ہوا وہ مامون ہے ف۱۷۳ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے: (ان میں ایک یہ ہے) کہ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آثار انبیاء سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں ف۱۷۴ جابر حکمران' زلزلہ' زمین کا دھنسنا' قحط' خشک سالی اور دیگر قدرتی آفات جو دوسرے شہروں میں نازل ہوتی ہیں' مکہ مکرمہ ان سے ہمیشہ مامون و محفوظ رہا اور مکہ مکرمہ زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے ہی حرم تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن حرام کیا (یعنی اس شہر میں جنگ' قتل' شکار اور درختوں کے کاٹنے کو حرام کر دیا) جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پس یہ شہر اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تحریم کی تجدید اور اس کی بقاء اور دوام کے لیے دعا کی تھی' اسی وجہ سے ان کی طرف تحریم کی نسبت کی جاتی ہے ف۱۷۵ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچا' اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ کہا کہ اس میں رہنے والے مؤمنوں کو رزق عطا فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تھوڑا سا فائدہ جس نے کفر کیا اس کو بھی پہنچے گا لیکن بالآخر وہ دوزخ میں جانے کے لیے مجبور کر دیا جائے گا اور یہ اس کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے ف۱۷۶ کعبہ کو پانچ مرتبہ بنایا گیا' پہلی بار شیث بن آدم علیہ السلام نے' دوسری بار انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے' تیسری بار ظہور اسلام سے پانچ سال قبل قریش نے بنایا' چوتھی مرتبہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تھا' پانچویں بار عبدالملک بن مروان نے بنایا اور حطیم کو پھر باہر کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کے بعد جب ایک دوبار سیلاب آیا تو اس کو قوم جرہم نے بنایا' امام ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۷-۱۲۸) ف۱۷۷ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اپنی اولاد کے مسلمان رہنے کی دعا کی' قفال نے کہا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی ذریت میں ہمیشہ موحد رہے' جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' زمانۂ جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بھی موحد تھے' اسی طرح عامر بن الظرب تھے' یہ سب موحد تھے' قیامت اور ثواب اور عقاب کے قائل تھے' مردار کھاتے تھے نہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۸۱) ف۱۷۸ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام مناسک دکھائے۔ صفا' مروہ' منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۹)

عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ

ہماری توبہ قبول فرما' بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے O اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ایک عظیم رسول بھیج دے' ۱۷۹ جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت

وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ

کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے' ۱۸۰ بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا O اور ملت ابراہیم ۱۸۱ سے اس

اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

شخص کے سوا کون منحرف ہو گا جو بے وقوف ہو' ۱۸۲ اور بے شک ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کر لیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ

اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں O اور (یاد کیجئے) جب ان سے ان کے رب نے کہا: میری اطاعت پر (برقرار) رہو

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ

انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب کی اطاعت پر قائم ہوں O ۱۸۳ اور اسی ملت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں

وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

کو وصیت کی' اور یعقوب نے (بھی)' اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کرلیا' پس تم

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

تادم مرگ مسلمان رہنا O کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ

آئی؟ ۱۸۴ جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے

ف۱۷۹ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس رسول سے مراد حضرت سیدنا محمد ﷺ ہیں اور یہ اجماع حجت ہے' نیز حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا' ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔۱۲۷' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲' المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قبول ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا دیر سے قبول ہونا قبولیت کے منافی نہیں ہے **ف۱۸۰** آیات کی تلاوت کرنے سے مراد قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے اور اصلاحِ نفس سے مراد ان کی معصیت کو آلودگی سے پاک کرنا اور ان کے ظاہر و باطن کو رزائل اور نقائص سے دور کرنا ہے **ف۱۸۱** ملت ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ (المفردات ص ۴۷۱) **ف۱۸۲** مدینہ میں رہنے والے یہود اپنا نسب حضرت اسحٰق کے واسطے سے حضرت ابراہیم سے ثابت کرتے تھے اور نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کی ماں کے واسطے سے خود کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے اور قریشِ مکہ بھی حضرت اسماعیل کے واسطہ سے خود کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے' الغرض یہ سب حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہونے میں اپنا فخر سمجھتے تھے اور جب ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم نے حضرت سیدنا محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی اور آپ نے جس دین کی دعوت دی تھی وہی ملتِ ابراہیم ہے تو اب جو شخص خود کو ابراہیمی کہتا ہو اور دینِ ابراہیم سے اعراض و انحراف کرتا ہو اس سے بڑا بے وقوف اور کون ہو گا **ف۱۸۳** جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ستارے' چاند اور سورج کے ڈوبنے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کر رہے تھے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسلام لاؤ اور انہوں نے کہا: میں تمام جہانوں کے رب پر اسلام لایا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۸۷) (یعنی پہلے ان کا اسلام بالقویٰ تھا اب بالفعل ہو گیا) **ف۱۸۴** یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے ان کے دین پر تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کیا تم یعقوب کی موت کے وقت حاضر تھے اور کیا تم کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو کیا وصیت کی تھی؟ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے تو اپنے بیٹوں کو اسلام پر ثابت رہنے اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔

إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا

معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا' ابراہیم' اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی'

وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا

ایک معبود کی' اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں O وہ امت گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾ وَ

ان کا بدلہ ہے اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے' ۱۸۵ اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O اور

قَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

اہل کتاب نے کہا: یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے' آپ کہیے: (نہیں) بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں ۱۸۶

حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا

جو باطل سے اعراض کرنے والے تھے ۱۸۷ اور مشرکین میں سے نہ تھے O (مسلمانو) تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب

وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ

اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا' اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'

رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾

ہم (ایمان لانے میں) نبیوں میں سے کسی ایک میں (بھی) فرق نہیں کرتے' ۱۸۸ اور ہم اسی (ایک رب) کے فرمانبردار ہیں O ۱۸۹

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

سو اگر وہ ان کی مثل پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت پا ئیں گے' اور اگر وہ انحراف کریں تو (جان لیجئے) کہ وہ

و۱۸۵ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بندے کے عمل اور کسب کی اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے' اگرچہ بندے کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور جو نیک کام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتے ہیں اور جو بُرے کام ہیں وہ بندہ کے اپنے نفس کی شامت ہیں' اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے' قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں' بندہ صرف کسب کرتا ہے اور کسب کا معنی ہے: کسی فعل کا ارادہ کرنا خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا اور جس وقت بندہ ارادہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسی وقت اس میں اس فعل کی قدرت پیدا کر دیتا ہے' اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ بندہ فعل کا کسب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فعل کو خلق کرتا ہے

و۱۸۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ عبداللہ بن صوریا نے نبی ﷺ سے کہا: ہدایت صرف ہمارے دین میں ہے' اے محمد (ﷺ)! آپ ہماری پیروی کریں تو ہدایت پا جائیں گے' اور عیسائیوں نے بھی اسی طرح کہا' تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیے: نہیں بلکہ ہم ملتِ ابراہیم پر ہیں جو حنیف ہے۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۴۲۔۴۴۰)

و۱۸۷ جو شخص ٹیڑھے راستے سے انحراف کر کے سیدھے راستے پر چلے وہ حنیف ہے' اہل عرب حج اور ختنہ کرنے والے کو حنیف کہتے تھے' کیونکہ وہ ملتِ ابراہیم پر ہے۔ (المفردات ص ۱۳۳)

و۱۸۸ اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد پر جو نازل کیا گیا' ہم اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے جو احکام ان پر نازل کیے گئے' ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے۔ دین ان عقائد اور ان اصولوں کو کہتے ہیں جو تمام انبیاء میں مشترک ہیں' مثلاً الوہیت' توحید' رسالت' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا' قضا و قدر کا حق ہونا' عبادت کا فرض ہونا' شرک' قتلِ ناحق اور جھوٹ کا حرام ہونا وغیرہ' اور ہر زمانے کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادت اور معاشرت کے جو احکام ہوتے ہیں ان کو شریعت کہتے ہیں اور ہر نبی کی شریعت الگ ہے' تو اگر اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم انبیاء سابقین کی شرائع پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ ہر نبی کی شریعت اس کے زمانے میں برحق تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع کو منسوخ کر کے صرف شریعتِ محمدی کو قیامت تک کے لیے جاری کر دیا ہے اور اگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم انبیاء سابقین پر نازل ہونے والے صحائف پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا محمل یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو اصل صحائف اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیے تھے وہ برحق ہیں اور بعد میں ان کی امتوں نے ان میں جو تحریف کر دی' اس کی ہم تصدیق نہیں کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو بلکہ کہو: "آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا. الآیۃ"۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۴)

و۱۸۹ یہود و نصاریٰ کی طرح خواہشِ نفس کے متبع نہیں ہیں کہ جس کو چاہا نبی مانا اور جس کو چاہا نہ مانا' بلکہ ہمارا ان سب انبیاء پر ایمان لانا اسلام کے نتیجہ سے اور قرآن کی شہادت کے سبب سے ہے کیونکہ نبوت کا ثبوت معجزہ کے ظہور سے ہوتا ہے اور معجزہ کے ظہور کے بعد کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے تو یہ خواہشِ نفس کی اتباع ہے دلیل کی اتباع نہیں ہے۔

هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿١٣٧﴾ ط

محض ضد اور ہٹ دھرمی پر ہیں' تو عنقریب ان کے (شر سے بچانے کے) لیے اللہ آپ کو کافی ہوگا' و۱۹۰ اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے O

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾

(تم ان سے کہو:) ہم نے خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیا' اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ و۱۹۱ اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں O

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَ

آپ کہیے: کیا تم اللہ کے متعلق ہم سے بحث کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے' اور ہمارے لیے ہمارے

لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں' اور ہم اسی کے ساتھ مخلص ہیں O و۱۹۲ کیا تم کہتے ہو کہ

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ

بے شک ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد

كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ

یہودی یا عیسائی تھے؟ آپ کہیے: کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟ و۱۹۳ اور اس سے

اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

زیادہ کون ظالم ہو گا جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے' و۱۹۴ اور اللہ تمہارے کاموں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

سے غافل نہیں ہے O وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے' اس نے جو کام کیے اس کے لیے ان کا بدلہ ہے

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾ ع

اور تم نے جو کام کیے تمہارے لیے ان کا بدلہ ہے' و۱۹۵ اور ان کے کاموں کے متعلق تم سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا O

و۱۹۰ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ ضد اور عناد کی وجہ سے ایمان نہ لائیں تو ان کے شر سے بچانے کے لیے آپ کو اللہ کافی ہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ پورا ہوا' اس آیت میں پیش گوئی ہے جو صادق ہوئی اور غیب کی خبر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کی دلیل ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق حضرت عثمان کو شہید کیا گیا تو اس آیت "فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ" پر حضرت عثمان کا خون گرا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۳) واضح رہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کو قتل نہیں کر سکے گا' رہا ایذاء اور تکلیف کا پہنچانا تو وہ اس آیت کے منافی نہیں ہے و۱۹۱ اللہ کے رنگ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض عیسائی اپنے بچوں کو پیلے رنگ میں رنگتے تھے اور کہتے تھے: یہ اس کے لیے تطہیر ہے اور اب وہ عیسائیت میں داخل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے رنگ کو طلب کرو اور وہ دین اسلام ہے (۲) اللہ کے رنگ سے مراد اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے' یعنی جس فطرت اور خلقت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا (۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی سنت ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس کی صفات ہوں اور رنگ میں رنگنے سے مراد یہ ہو کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جائے و۱۹۲ خالص کا معنی ہے: صاف' جس چیز میں ملاوٹ ہو اور وہ ملاوٹ دور کر دی جائے تو اس کو خالص کہتے ہیں (جس چیز میں ملاوٹ ہو سکتی ہو لیکن ملاوٹ نہ ہو اس کو بھی خالص کہتے ہیں)' قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخلص فرمایا ہے کیونکہ وہ یہود کی تشبیہ اور نصاریٰ کی تثلیث سے بری ہیں اور اخلاص کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بری ہونا ہے۔ (المفردات ص ۱۵۵۔ ۱۵۴) خلاصہ یہ ہے کہ جس عبادت میں ریاکاری کی بالکل آمیزش نہ ہو' اس کو اخلاص کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ عمل کو مخلوق کے ملاحظہ سے صاف کر لینا اخلاص ہے۔ جنید بغدادی نے کہا کہ اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے' نہ اس کو فرشتے جانتے ہیں کہ لکھ سکیں نہ اس کو شیطان جانتا ہے کہ اس کو فاسد کر سکے اور نہ اس کو خواہش جانتی ہے کہ اس کو کسی طرف مائل کر سکے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۶) و۱۹۳ یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں سے انبیاء یہودی تھے اور عیسائی ان کو عیسائی کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا ہے' یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت ابراہیم موحد تھے' اسی طرح ان کی اولاد میں سے یہ انبیاء بھی موحد تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے وفات سے پہلے اپنے بیٹوں سے توحید پر تادم مرگ رہنے کا اقرار کرایا تھا جیسا کہ قرآن مجید کے اسی رکوع میں ہے اور یہود مشرک تھے کیونکہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور عیسائی بھی مشرک تھے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے' اس لیے یہودیوں اور عیسائیوں کا حضرت ابراہیم اور ان انبیاء کو اپنے دین پر کہنا بداہۃً باطل ہے و۱۹۴ اس شہادت کے متعلق دو قول ہیں: ایک یہ کہ یہود اور عیسائیوں کو یہ علم تھا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں یہ انبیاء یہودی یا عیسائی نہیں تھے اور انہوں نے علم کے باوجود اس شہادت کو چھپایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر شہادت موجود تھی' لیکن انہوں نے اس کو چھپایا حالانکہ بعض راہبوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' جیسے ورقہ بن نوفل نے آپ کی تصدیق کی تھی و۱۹۵ یعنی ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی' یہ معنی برحق ہے' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کسی شخص کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچتا' یہ غلط ہے اور اس کلیہ کی وجہ سے فوت شدہ مسلمانوں کے لیے ایصالِ ثواب کے جواز کا انکار کرنا باطل ہے' بعض لوگ قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں: "اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" (النجم: ۳۹) انسان کے لیے صرف اس کی کوشش کا اجر ہے' اور ایصالِ ثواب میں دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے' اس لیے وہ ناجائز ہے' یہ دلیل باطل ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی نے اس کو کئی وجوہ سے باطل لکھا ہے۔ ایک وجہ یہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں سعی سے مراد عام ہے' انسان نے خود سعی کی ہو یا اس سعی کا سبب فراہم کیا ہو' مثلاً جس انسان کی اولاد' دوست احباب اور ملنے والے اس کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں تو یہ بھی اس کی سعی کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہے اور قرابت داروں اور ملنے جلنے والوں سے ایسا (بقیہ صفحہ ۹۷۷ پر)

۱۶ ع ۱۲ ۱۶